مجلسِ ادارت

۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۲۔ ڈاکٹر نذیر احمد

۳۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی ۴۔ ضیاء الدین اصلاحی

معارف کا زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ساٹھ روپے فی شمارہ پانچ روپے

پاکستان میں سالانہ ایک سو پچاس روپے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک پندرہ پونڈ یا چوبیس ڈالر

بحری ڈاک پانچ پونڈ یا آٹھ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ :۔ حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

- سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں، بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں:

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

- رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالے کے لفافے کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا ——— رقم پیشگی آنی چاہیے۔

جلد ۱۵۴ ماہ محرم الحرام و صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۹۴ء عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

مسلمان اپنے مسائل کے حل کے لیے حکمت، تدبر اور دوراندیشی کے بجائے اُن طریقوں کو اختیار کیے ہوئے ہیں جن سے انکے مسائل اور زیادہ الجھتے اور پیچیدہ ہوتے جارہے ہیں، شور ہنگامہ اور احتجاج کو انھوں نے اپنی طبیعت ثانیہ بنالیا ہے اس سے اس ملک میں انکے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ناانصافیوں کا خاتمہ نہیں ہوسکتا، ہمیشہ سے کمزوروں اور مجبوروں کو تختۂ مشق بنانا اور ان پر ظلم و تشدد روا رکھنا زبردست اور جفا شعار لوگوں کا شیوہ رہا ہے، اس کے ازالے کے لیے گلہ، شکوہ اور جزع و فزع کبھی سودمند نہیں رہا ہے، ظلم و تشدد کا سدباب اسی وقت ہوتا ہے جب مظلوموں اور زیردستوں میں قوت و طاقت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اپنی کمزوری اور کمی کی تلافی کرکے اپنے حالات کی اصلاح کرلیتے ہیں لیکن مسلمانوں نے نصف صدی کا طویل عرصہ بے علمی، تعطل، نالہ و شیون اور واویلا میں گزارا ہے، یہ بڑا المیہ ہے کہ دنیا کو آزادی، مساوات اور انصاف عطا کرنے والے آج ذلت، محکومی، ناانصافی اور تفریق و امتیاز کا شکار ہیں، جو ساری دنیا کے لیے چراغِ راہ تھے وہ تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں اور انہیں راستہ نہیں مل رہا ہے، لوگوں کے مصائب و آلام کو دور کرکے انہیں سہولت و آسانی فراہم کرنے والے خود ایسے دلدل میں جا پھنسے ہیں جن سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔

شکست خوردہ قوموں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ہزیمت اور تباہی کا ذمہ دار دوسروں کو سمجھتی ہیں اور خود اپنی غفلت و کوتاہی سے چشم پوشی کرلیتی ہیں، مسلمانوں کا حال بھی یہی ہے کہ وہ اپنی موجودہ زبوں حالی اور بربادی کا ذمہ دار دوسروں کو سمجھتے ہیں، اس لیے انکے خلاف غصہ اور نفرت میں مبتلا رہتے ہیں اور انہیں اپنی غلطی اور بے تدبیری کا احساس نہیں ہوتا، اپنے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کے بجائے ایک دوسرے کی کردارکشی ان کا وطیرہ بن گئی ہے، جس سے انکے اختلاف

و نزاع کی خلیج مزید بڑھتی جارہی ہے، ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک ہی یونیورسٹی ہے جو انکا سب سے بڑا قومی سرمایہ ہے لیکن گزشتہ کئی برس سے اس کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، ان کو درست کرنے کے بجائے ہر فریق دوسرے کی ہوا خیزی، اسے نیچا دکھانے اور اس پر جا و بیجا الزام عائد کرنے میں لگا ہوا ہے اور خود اپنے طرز عمل کا محاسبہ کرنے کے لیے کوئی بھی آمادہ نہیں ہے، اس وقت جو طفلانہ حرکتیں ہورہی ہیں ان سے یونیورسٹی کا رہا سہا وقار بھی ختم ہوجائے گا، اگر واقعی تڑپ، بے چینی اور اخلاص ہے تو سب کو مل جل کر اس پر ہمدردی اور دلسوزی سے غور کرنا چاہیے۔

اب اترپردیش میں اردو کا مسئلہ جس موڑ پہ آگیا ہے اس میں اردو والوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، عرصۂ دراز سے اردو کے لیے جو مطالبات کیے جارہے تھے اور جن کو ابتک کی تمام ریاستی حکومتیں سراسر نظرانداز کرتی رہی ہیں، موجودہ ریاستی حکومت نے اردو کے جائز اور جمہوری حقوق دینے کے لیے جو جرأت مندانہ فیصلے کیے ہیں، اس کے بعد بھی اگر اترپردیش میں اردو کا رواج نہیں ہوتا تو اس کے اصل ذمہ دار خود اردو کے حامی اور بہی خواہ ہی ہونگے، جن کا مزاج صرف باتیں بنانے اور کام نہ کرنے کا بن گیا ہے، وہ اردو کے لیے چیخ و پکار تو بہت مچاتے رہے ہیں لیکن اس کے استعمال میں وہ بھی برابر کے شریک رہے ہیں، اب انہیں اپنی روش بدل کر اپنی جد و جہد تیز کرنی اور اردو کے لیے بڑی سی بڑی قربانی دینی ہوگی، اگر اردو والوں نے یہ سنہرا موقع بھی اپنی غفلت و بے پروائی سے ضایع کردیا تو یہ ان کی نہایت بدبختی اور ایسا قومی جرم ہوگا جس کے لیے اردو کی آیندہ نسلیں انہیں معاف نہیں کریں گی۔ اردو والوں کو اب کچھ کرکے دکھانا ہوگا ؎

جہاں میں عمل کی عملداریاں ہیں　　سخن پروری کا زمانہ نہیں ہے

اترپردیش اور اڑیسہ کے سابق گورنر میر اکبر علی خاں کی وفات ملک و ملت کا اہم حادثہ ہے، وہ تحریک خلافت اور آزادی کی جدوجہد میں شریک رہے، اسی زمانے سے مولانا سید سلیمان ندویؒ سے ان کے تعلقات تھے، وہ علامہ شبلیؒ اور سید صاحبؒ کے قدرداں اور دار المصنفین سے بڑا اخلاص رکھتے تھے، جب اترپردیش کے گورنر ہوئے تو اسے میزبانی کا شرف بخشا اور ایک بڑی رقم مرحمت کی جس سے ایک بڑا ہال تعمیر ہوا، مرحوم ہماری پرانی تہذیب و شرافت کا نمونہ اور سچے مسلمان تھے، صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے، دار المصنفین میں ان کی تشریف آوری جمعہ کے دن ہوئی تھی، یہیں کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی، جب وہ اڑیسہ کے گورنر تھے تو اسی زمانے میں ایک دفعہ میں کلکتہ گیا، گورنر ہاؤس میں عصرانہ تھا، جس میں وہ بھی شریک تھے، میں ملا تو بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے اور دار المصنفین کا ذکر خیر فرماتے رہے، اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس نصیب کرے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

افسوس ہے کہ اردو کی ایک عاشق و شیدائی اور اترپردیش میں اردو تحریک کی قائد بیگم سلطانہ حیات صاحبہ، جون کو رحلت فرما گئیں، وہ تقریباً نصف صدی تک اردو کے فروغ کے لیے سرگرم عمل رہیں، ۵۵ء میں انجمن ترقی اردو ہند نے اردو کو اترپردیش میں علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لیے دستخطی مہم چلائی جس کو کامیاب بنانے میں انھوں نے اور ان کے شوہر جناب حیات اللہ انصاری نے غیر معمولی دلچسپی لی اور اترپردیش کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا، وہ اس وفد میں بھی شامل تھیں جو ۲۲ لاکھ دستخطوں کے ساتھ میمورنڈم لے کر اس وقت کے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے پاس گیا تھا، انھوں نے تعلیم گھر کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا تھا، اس نے اترپردیش میں اردو کے کئی اسکول قائم کیے جن سے ہر سال سینکڑوں طلبہ فیضیاب ہوتے تھے، وہ طبعاً نیک، شریف اور دردمند خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ اردو کی اس مجاہدہ اور خادمہ کی مغفرت فرمائے، آمین۔

مقالات

رسول اکرمؐ کی فصاحت و بلاغت اور آپؐ کے بعض موثر اسلوب
صحیح بخاری کی بعض احادیث کی روشنی میں

از ضیاء الدین اصلاحی

(۲)

قسم کا اسلوب

عربی زبان میں قسم کا استعمال بہت عام ہے، اس کا مقصد اپنی بات کو موکد کرنا اور اس میں جاذبیت، کشش، دل نشینی اور زور و اثر پیدا کرنا ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی قسموں کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے اور اس اسلوب کی وجہ سے آپؐ کے کلام کی عظمت، بلندی، قوت، اثر، دل نشینی، شیرینی اور دلکشی و دلآویزی اضعافاً مضاعفہ ہوگئی ہے، یہاں صحیح بخاری سے قسموں کے استعمال کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ان سے اندازہ ہوگا کہ قسم کے اسلوب نے کلام کو کس قدر جاندار، بلیغ اور عظیم الشان بنادیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اس کا تعلق ایک معزز اور برتر خاندان سے تھا، اس بنا پر قریش کے نزدیک یہ معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہوگیا تھا اور وہ اس پر حد جاری کرنے میں سخت متردد تھے، بڑے غور و خوض کے بعد طے پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کرائی جائے جس کے لیے ان کی نظر انتخاب حضرت اسامہؓ پر پڑی کیونکہ وہ اپنے باپ حضرت زیدؓ ہی کی طرح آپؐ کے بہت چہیتے تھے، حضرت اسامہؓ جب سفارش

کی غرض سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کے حدود کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ پھر آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا کہ پچھلی قومیں اسی لیے ہلاک اور گمراہ ہوئیں کہ جب کوئی شریف آدمی اور معزز خاندان سے تعلق رکھنے والا چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتیں اور اس پر حد نہ جاری کرتیں لیکن اگر معمولی حیثیت اور کمتر درجہ والا چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتیں، اس قسم کی تفریق میں ہرگز نہیں کرسکتا، چنانچہ اپنے محبوب حضرت اسامہؓ کی سفارش کو مسترد کرتے ہوئے آپؐ نے ببانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ:

والذی نفسی بیدہ لو فاطمۃ
فعلت ذلک لقطعت یدھا[1]

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں
میری جان ہے اگر (میری بیٹی) فاطمہ
بھی اس حرکت کی مرتکب ہوگی تو میں
اس کا ہاتھ بھی کاٹ لوں گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ خواہ کیسے ہی اہم آدمی کا ہو حدود اللہ میں کسی قسم کی نرمی، مداہنت اور چشم پوشی روا نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ اس کے نتیجہ میں قوم و امت کی تباہی اور گمراہی لابد ہے۔

قسم کی تعبیر اور حضرت فاطمہؓ کے ذکر نے کلام میں بلاغت کی روح پھونک دی ہے اور وہ اتنا موثر، زوردار اور دل کو چھونے والا ہوگیا ہے کہ کئی صفحے بھی لکھے جائیں تو نہ یہ زور و اثر پیدا ہوگا اور نہ کلام میں بلاغت کی روح اور حسن بیان کی یہ کیفیت پیدا ہوگی۔

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۳ کتاب الحدود باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ اقامت صلوٰۃ کا حکم وارد ہوا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ نماز کا مکمل اہتمام اور اس کی باقاعدہ مداومت ہونی چاہیے اور اسے وقت پر جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے اسی کی شرح و تفسیر کی ہے، آپؐ خود بھی جماعت کا اہتمام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی خاص طور پر اس کی ہدایت و تاکید فرماتے تھے، صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث میں آپؐ نے جماعت کی اہمیت بڑے بلیغ اور موثر انداز میں بیان کی ہے جس کی لطافت، اثر انگیزی اور دل نشینی کو قسم کے اسلوب نے بہت بڑھا دیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

والذی نفسی بیدہ لقد ھممت
ان آمر بحطب لیحطب ثم آمر
بالصلوٰۃ فیوذن لھا ثم آمر
رجلا فیؤم الناس ثم اخالف
الی رجال فاحرق علیھم بیوتھم
والذی نفسی بیدہ لو یعلم احدھم
انہ یجد عرقا سمینا او مرماتین
حسنتین لشھد العشاء[1]

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے، مجھے خیال ہوتا ہے کہ
لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز
کے لیے اذان کا حکم دوں اور کسی شخص
کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دوں
اور خود ان لوگوں کے پاس جاؤں
جو جماعت میں نہیں آئے تو ان کے
گھروں میں آگ لگا دوں، خدا کی قسم
اگر ان میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے
کہ وہ کوئی فربہ ہڈی یا دو عمدہ گوشت

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۹ کتاب الصلوٰۃ باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ و ج ۲ ص ۱۰۷۲ کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم واہل الریب من البیوت بعد المعرفۃ۔

والی پڑماں پائے گا تو وہ عشا کی نماز
میں ضرور آئے گا۔

اس میں جماعت کا اہتمام نہ کرنے پر کیسی سخت وعید کی گئی ہے، یہ پورا کلام بلاغت زور بیان اور حسنِ تعبیر کا دلکش نمونہ ہے اور قسم کے اسلوب سے اس میں جو جلال اور زور پیدا ہو گئی ہے وہ حدِ بیان سے باہر ہے۔

نماز ہی کی طرح زکوٰۃ بھی اسلام کا عظیم الشان رکن ہے اور قرآن مجید نے اس کا ذکر ہر جگہ نماز کے ساتھ ہی کیا ہے، اس سے اس کی اہمیت اور دین میں اس کے درجہ کا اندازہ ہوتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زکوٰۃ کی اہمیت اور درجہ کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور اس کے ترک پر سخت وعید فرمائی ہے، درج ذیل حدیث میں جانوروں کی زکوٰۃ نہ نکالنے والے کی کیسی شدید مذمت کی گئی ہے جس کو قسم کے اسلوب نے مزید کریہہ اور شنیع بنا دیا ہے، فرمایا:

والذی نفسی بیدہ او والذی
لا الٰہ غیرہ او کما حلف ما من
رجل تکون لہ ابل او بقر او غنم
لا یؤدی حقہا الا اُتی بہا یوم
القیامۃ اعظم ما تکون واسمنہ
تطؤہ باخفافہا وتنطحہ بقرونہا
کلما جازت علیہ اخراہا ردت
علیہ اولاہا حتی یقضی
بین الناس[1]۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے
میں میری جان ہے یا فرمایا (راوی
کا شک) قسم ہے اس ہستی کی جس کے
سوا کوئی معبود نہیں یا اسی طرح کی
کوئی اور قسم کھائی کہ جس کے پاس
اونٹ یا گائے یا بکری ہو اور وہ
اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے تو
قیامت کے دن یہ جانور اس حال
میں آئے گا کہ پہلے سے بڑا اور فربہ
ہوگا اور وہ اپنی کھروں سے اس کو
روندے گا اور سینگوں سے مارے گا،
جب دوسرے سب جانور گزر چکیں گے
تو پھر پہلا جانور لوٹا کر لایا جائے گا،
یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ
کر دیا جائے گا۔

حدیث کا انداز بیان خود ہی نہایت بلیغ اور موثر طور پر بتا رہا ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ نہ دینے کا انجام کتنا بھیانک ہوگا جس کو قسم کے اسلوب نے اور زیادہ موکد اور دردناک بنا دیا ہے۔

سوال اور گداگری ذلت و رسوائی کا دوسرا نام ہے، ایسے مذموم اور قبیح عمل پر سخت ناپسندیدگی ظاہر کی گئی ہے، رسول اللہؐ نے دینے والے ہاتھ کو لینے والے سے بہتر قرار دیا ہے، ذیل کی حدیث میں بھی نہایت خوبصورت پیرایے میں گداگری اور دریوزہ گری کی مذمت کی گئی ہے، ارشاد ہے:

والذی نفسی بیدہ لأن
یاخذ احدکم حبلہ فیحتطب
علیٰ ظہرہ خیر لہ من ان
یاتی رجلا فیسألہ اعطاہ

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں
میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی
شخص رسی لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑی
لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ البقر۔

اومنعه[1]	کسی کے آگے دست سوال دراز کرے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔

گداگری کی مذمت جس بلیغ و موثر پیرایہ میں کی گئی ہے وہ خود بڑا خوبصورت انداز بیان تھا لیکن قسم کے استعمال نے اس میں جادو جیسا اثر پیدا کر دیا ہے۔ ۔۔۔ روزے دار کے منھ کی بو کی پاکیزگی کو بیان کرنے کے لیے بھی یہی موثر اسلوب اختیار کیا گیا ہے، فرمایا:

والذی نفس محمد بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسک[2]	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔

اور یہ انداز بلاغت بھی دیکھیے:

والذی نفسی بیده لاذودن عن حوضی کما تذاد الغریبة من الابل عن الحوض[3]	قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے حوض سے قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اس طرح ہٹاؤں گا جیسے اجنبی اونٹ حوض پر سے ہنکائے جاتے ہیں۔

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۹ کتاب الزکوٰۃ باب الاستعفاف عن المسألة [2] ایضاً ص ۲۵۵ کتاب الصیام باب ہل یقول انی صائم اذا شتم [3] ایضاً ص ۳۱۸ کتاب المساقاۃ باب من رأی ان صاحب الحوض والقربة احق بمائه۔

رسول اللہؐ نے اپنی محبت کی اہمیت اس موثر انداز میں بیان کی ہے:

والذی نفسی بیده لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده[1]	خدائے ذوالجلال کی قسم تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

کبھی کبھی آپؐ نے قسم کے اسلوب میں مزید زور اور تاکید پیدا کرنے کے لیے اسے مکرر استعمال کیا۔

والله لایومن والله لایومن والله لایومن قیل ومن یا رسول الله قال الذی لا یامن جاره بوائقه[2]	خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتا، دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے مامون نہ ہو۔

اس سے بڑھ کر پڑوسی کے حقوق کی تاکید کا بلیغ اور موثر انداز بیان کیا ہو سکتا ہے۔

تنبیہ کے موقع پر عام خطاب | اصول دعوت میں حکمت اہم اور مقدم شرط ہے جس کو مدنظر رکھنا داعی و مبلغ اور مصلح و ہادی کے لیے نہایت ضروری امر ہے۔ تاکہ وہ خود اور اس کے اصلاح و ہدایت کا کام لوگوں کی مخالفتوں اور بدگمانیوں سے محفوظ رہے اور

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان [2] ایضاً ج ۲ ص ۸۸۹ کتاب الادب باب الوصاة بالجار۔

اس کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ نہ بھڑک اٹھے اگر کسی خاص شخص یا جماعت کے بعض افراد کے اندر کوئی مخصوص قسم کی خرابی اور خامی پائی جائے جس کی نشاندہی کرکے براہِ راست ان سے اصلاح کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا الٹا اثر ہوگا اور جن لوگوں کی اصلاح مقصود ہے ان کے اندر خواہ مخواہ کی ضد مخالفت اور عناد پیدا ہوگا اور وہ اپنی اصلاح وہدایت پر کوئی توجہ نہیں دیں گے، حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خرابیوں کی جانب اس طرح توجہ دلائی جائے جس سے معلوم ہو کہ یہ کسی مخصوص ومتعین شخص کی خرابی کا ذکر نہیں کیا جارہا ہے بلکہ اصل مقصد عام لوگوں کی اصلاح ہے اور داعی ومصلح کے دل میں سب کی ہمدردی واصلاح کا جذبہ موجزن ہے اور اسی نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ اس خرابی کی جانب متوجہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہی تھا کہ اگر کسی خاص شخص کی غلطی کی اصلاح مقصود ہوتی تو آپؐ براہ راست اسے مخاطب کرکے اس کی جانب متوجہ نہیں کرتے تھے کیونکہ اس سے اس کے اندر نفرت وبیزاری پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، چنانچہ ایسے موقع پر آپؐ کا خطاب عام ہوتا تھا گویا آپؐ کو پوری قوم کی اصلاح وہدایت مطلوب ومقصود ہے اور جس خرابی کا ذکر آپ کر رہے ہیں وہ کسی خاص شخص میں نہیں پائی جاتی بلکہ عام افراد میں موجود ہے۔ خطاب کے اس طریقہ سے بات زیادہ موثر اور کارگر ہوتی ہے، یہاں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

نماز میں خشوع وخضوع اور تمکین ووقار ضروری ہے لیکن ابتداءً یہ ارکان وآداب لازمی نہیں قرار دیے گئے تھے بلکہ بتدریج ان کی تکمیل کی گئی، اس کے بعد بھی جب کچھ لوگ نماز میں آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے تو آپؐ نے ان کی

اصلاح کی ضرورت محسوس کی مگر انہیں اس سے باز رہنے کی ہدایت ایسے عام انداز میں کی کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ محض انہی کو پیش نظر رکھ کر بات کہی گئی ہے، فرمایا:

ما بال اقوام یرفعون ابصارهم	یہ کیسے لوگ ہیں کہ نماز میں آسمان
الی السماء فی صلوتهم[1]	کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بریرہؓ اپنی کتابت کے بارے میں ان سے دریافت کرنے آئیں تو حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا اگر تم چاہو تو میں تمہاری قیمت تمہارے مالکوں کو دے کر تمہیں آزاد کرا دوں لیکن ولا کا حق مجھے ہوگا، بریرہؓ کے مالکوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آپ ان کی قیمت دینا چاہیں تو دیدیجیے وہ آزاد ہو جائیں گی لیکن ولاء کا حق ہم کو ہوگا، حضرت عائشہؓ نے جب اس مہمل بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم انہیں خرید لو پھر آزاد کردو، ولا تو اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا ہے پھر آپؐ اس غلطی کا تدارک کرنے کے لیے ممبر پر کھڑے ہوئے لیکن آپؐ کے خطاب کا پیرایہ عام رہا، ارشاد ہوا:

ما بال اناس یشترطون	یہ کون سے لوگ ہیں جو ایسی شرطیں
شروطا لیست فی کتاب الله	عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں
من اشترط شرطا لیس	ہیں، جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ
فی کتاب الله فلیس له وان	میں نہیں ہے تو اس کو اس کا کوئی حق
شرط مائة مرة شرط الله	نہیں خواہ وہ سو بار شرط لگائے،
احق واوثق[2]	اللہ کی شرط زیادہ مستحق اور مضبوط ہے۔

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۴ کتاب الصلوٰۃ باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ [2] (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ پر)

امام بخاریؒ نے کئی ابواب میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے، بعض میں ما بال رجال کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

تشدد اور غلو پسند لوگ شریعت کی بیان کردہ ہدایت پر قناعت نہیں کرتے اور اللہ کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے اس لیے وہ اپنے اوپر ایسے قیود اور بندشیں عائد کر لیتے ہیں جو خدا اور رسولؐ کی جانب سے ان پر عائد نہیں کی گئی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے لوگوں کی مذمت کی ہے۲ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ جن رخصتوں پر عمل پیرا تھے بعض لوگوں کو انہیں کرنے میں تکلف ہوتا تھا، جب آپؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد عام انداز میں ان لوگوں کو اس طرح تنبیہ فرمائی:

ما بال اقوام یتنزھون عن	لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس چیز
الشیئ اصنعہ فواللہ انی لاعلمھم	سے بھی احتراز کرتے ہیں جس کو میں
باللہ واشدھم لہ خشیۃ۔۲	کرتا ہوں؟ خدا کی قسم مجھے اللہ کے
	بارے میں ان سے زیادہ واقفیت
	ہے اور میں ان سے زیادہ اس سے
	ڈرتا ہوں۔

کسی تعیین و صراحت کے بغیر اصلاح و ہدایت اور تلقین و ارشاد کا یہی عام انداز

(حاشیہ صلہ) ۱ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۸ کتاب المکاتب باب ما یجوز من شروط المکاتب ومن اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۲ ایضاً ج ۲ ص ۱۰۸۴ کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبدع۔

اور موثر و بلیغ اسلوب ان حدیثوں میں بھی پایا جاتا ہے جن میں احدکم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں گو اس طرح کی حدیثوں میں کسی ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے لیکن خطاب کا رخ عام لوگوں کی طرف کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی زد براہ راست کسی ایک ہی شخص پر نہ پڑے بلکہ اس کے عموم کی وجہ سے ہر شخص کو تنبیہ ہو جائے اور اس شخص کو بھی برا نہ لگے جو واقعی اس فعل کا مرتکب ہو، اس طرح کی حدیثیں متعدد ہیں یہاں چند نقل کی جاتی ہیں،

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیکھ کر بڑی ناگواری ہوئی جس کا اثر چہرے پر بھی دکھائی دینے لگا، پھر آپؐ نے خود رگڑ کر اسے صاف کیا اور یہ عام ہدایت دی کہ:

اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ	جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا
فلا یبصق امامہ فانما	ہو تو وہ اپنے آگے نہ تھوکے کیونکہ وہ
یناجی اللہ ما دام فی مصلاہ	جب تک اپنی نماز پڑھنے کی جگہ میں ہوتا
ولا عن یمینہ فان عن یمینہ	ہے تو اس وقت اپنے رب سے مناجات
ملکا ولیبصق عن یسارہ او	کرتا ہے، اسی طرح اپنے داہنے بھی
تحت قدمہ فیدفنھا۔۱	نہ تھوکے کیونکہ اس جانب ایک فرشتہ
	ہوتا ہے، بلکہ وہ اپنے بائیں جانب
	یا پیر کے نیچے تھوکے پھر اسے دفن کر دو

آپؐ نے کسی کو تحیۃ المسجد پڑھتے نہیں دیکھا تو اس کی تاکید اس عام انداز سے کی:

اذا دخل احدکم المسجد فلا	تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو

۱ صحیح بخاری ج ۱ کتاب الصلوٰۃ باب دفن النخامۃ فی المسجد۔

یجلس حتی یصلی رکعتین۔[۱]

تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔

نیند کے غلبہ کے باوجود کچھ لوگ نماز پڑھا کرتے تھے تو اس کی ممانعت عام خطاب کے ذریعہ کی گئی:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لا یدری لعلہ یستغفر فیسب نفسہ۔[۲]

جب تم میں سے کسی شخص کو نماز کی حالت میں اونگھ آجائے تو اسے سو جانا چاہیے اس لیے کہ جب کوئی نیند کی حالت میں نماز پڑھے گا تو یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے کو بد دعا کر رہا ہے۔

جمعہ کے دن کسی شخص نے غسل نہیں کیا اور جمعہ پڑھنے چلا آیا تو آپؐ نے یہ عام ہدایت کی کہ:

اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل۔[۳]

جب تم سے کوئی شخص جمعہ کی نماز کے لیے آئے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔

جماعت میں شرکت کے لیے دوڑ کر آنے کی ممانعت بھی اسی اسلوب میں کی گئی ہے۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تاتوھا تسعون واتوھا تمشون وعلیکم

جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم لوگ اس میں شامل ہونے کے لیے دوڑتے

۱؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ کتاب التہجد باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ ۲؎ ایضاً ص ۳۴ کتاب الوضوء باب الوضوء من النوم ۳؎ ایضاً ص ۱۲۰ کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعۃ۔

السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا۔[۱]

ہوئے نہ جاؤ بلکہ آہستہ سے چلتے ہوئے آؤ، سکون و اطمینان تم پر لازم ہے جتنی رکعتیں مل جائیں انہیں پڑھ لو اور جو فوت ہو جائیں ان کو پورا کر لو۔

درج ذیل حدیثوں میں بھی یہی اسلوب مد نظر رکھ کر کسی متعین شخص کو مخاطب نہیں کیا گیا ہے:

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولھا ظہرہ، شرقوا او غربوا۔[۲]

جب کوئی فراغت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرے بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرے۔

اذا شرب احدکم فلا یتنفس فی الاناء۔[۳]

جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیے تو برتن میں سانس نہ لے۔

اذا توضاء احدکم فلیجعل فی انفہ ماء ثم لینتثر ومن استجمر فلیوتر واذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل ان یدخلھا فی وضوئہ فان احدکم لا یدری این باتت

جب کوئی شخص وضو کرے تو اسے اپنی ناک میں پانی ڈال کر صاف کر لینا چاہیے اور جو کوئی پتھر سے استنجا کرے تو طاق کا خیال رکھے اور جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اسے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالنے سے

۱؎ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۴ کتاب الجمعہ باب المشی الی الجمعۃ ۲؎ ایضاً ص ۲۶ کتاب الوضوء باب لا یستقبل القبلۃ بغائط او بول ۳؎ ایضاً ص ۲۷ کتاب الوضوء باب النہی عن الاستنجاء بالیمین۔

یں کہ لہ | پہلے دھو لینا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا
کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں رہا۔

کسی چیز کی تاکید اور اس کی فضیلت و اہمیت بیان کرنے کا بلیغ اسلوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بعض امور بڑے اہم اور قابل توجہ ہوتے تھے اور آپؐ چاہتے تھے کہ لوگ بھی ان کی اہمیت کو محسوس کر کے ان کا اہتمام کریں اور ان کے مستقل طور پر پابند ہو جائیں لیکن عام لوگوں کی سہولت اور آسانی بھی آپؐ کو عزیز تھی اس لیے خود اس پر مداومت نہیں کرتے تھے اور نہ ایسا طریقہ اختیار کرتے تھے جس سے لوگ ان امور کو لازمی سمجھ لیں اور ان کا باقاعدہ اہتمام کر کے مشقت اور دشواری میں پڑ جائیں۔ تاہم اس طرح کی بعض باتوں کی تاکید آپؐ نے جس انداز اور اسلوب میں کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک ان چیزوں کی کس قدر اہمیت و فضیلت ہے، اس طرح کی حدیثوں میں آپؐ کے بیان کا زور اور اسلوب کی دل نشینی و دلآویزی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفائی اور نظافت بہت پسند تھی اور آپؐ اس کا بڑا خیال رکھتے تھے، آپؐ نے اسے نصف ایمان کہا ہے اور ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، اس کی بھی سخت تاکید کی ہے کہ نمازی کا جسم اور لباس پاک صاف ہونا چاہیے، ہر نماز کے لیے وضو کی تعلیم بھی اسی لیے دی گئی ہے، جس میں منہ اور ناک کی صفائی پر خاص طور سے زور دیا ہے، وضو میں مسواک کرنے اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جانے کی ہدایت بھی آپؐ کی نظافت پسندی کا ثبوت ہے علاوہ ازیں آدمی کے گندہ رہنے یا منہ سے بدبو آنے کی صورت میں دوسرے نمازیوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے، مسواک کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے آپؐ نے جو موثر اور بلیغ پیرایۂ بیان اختیار

لہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ کتاب الوضو باب الاستنجاء وترا۔

کیا ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوگا:

لولا ان اشق علی امتی او لولا ان اشق علی الناس لامرتہم بالسواک مع کل صلوٰۃ لہ	اگر مجھے اپنی امت یا (راوی کا شک) لوگوں کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

بعض روایتوں میں عند کل وضوء (ہر وضو کے وقت) کے الفاظ آئے ہیں۔ لہ

تہجد کی نماز کی بڑی تاکید خود قرآن مجید میں کی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑے موثر اور بلیغ انداز میں اس کی فضیلت و اہمیت بیان کی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، کچھ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے، جب دوسری رات آئی اور آپؐ نماز کے لیے اٹھے تو نمازیوں کی تعداد پہلی رات سے زیادہ ہو گئی تیسری یا چوتھی رات میں پھر اسی طرح لوگ جمع ہوئے لیکن آپؐ نہیں تشریف لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

قد رأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم لہ	تم لوگوں نے جو کیا میں نے اسے دیکھا مگر میں اس اندیشہ سے نہیں نکلا کہ کہیں تم پر یہ فرض نہ ہو جائے۔

لہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ ا کتاب الجمعہ باب السواک یوم الجمعۃ لہ ایضاً ص ۲۵۹ کتاب الصوم باب السواک الرطب والیابس للصائم لہ ایضاً ص ۱۵۲ کتاب التہجد باب تحریض النبیؐ علی قیام اللیل والنوافل من غیر ایجاب۔

ایک اور حدیث میں آپؐ نے تہجد کی اہمیت دوسرے نہایت موثر و بلیغ پیرایے میں بیان کی ہے، حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آپؐ بیدار ہوئے اور ارشاد فرمایا:

سبحان اللہ ماذا انزل اللیلۃ	سبحان اللہ! (آج کی) رات کو کیسے
من الفتنۃ ماذا انزل من	کیسے فتنے اور کیا کیا خزانے اتارے
الخزائن من یوقظ صواحب	گئے، کون ہے جو ان گھر والیوں کو
الحجرات یارب کاسیۃ فی الدنیا	جگائے، ہائے بہت سی عورتیں دنیا
عاریۃ فی الآخرۃ [1]	میں خوب کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن
	آخرت میں ننگی ہوں گی۔

پوری حدیث ادب و بلاغت کا نمونہ ہے اور آخری فقرہ جس قدر موثر، بلیغ اور پُرزور ہے اس کی خوبی بیان نہیں کی جاسکتی۔ یہ ضرب المثل بن گیا ہے۔ اسی طرح کا معنی خیز اور بلیغ فقرہ یہ بھی ہے:

ان المکثرین ھم المقلون	بیشک دولت والے ہی قیامت کے
یوم القیامۃ [2]	دن کم اجر و ثواب والے ہوں گے۔

بعض نہایت بلیغ تعبیریں دین میں صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی اہمیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی سائل کو واپس نہیں کرتے تھے آپؐ کا دریائے فیض ہمیشہ جاری اور موجزن رہتا تھا، کبھی آپ کے پاس مال و دولت کا ڈھیر اکٹھا نہیں ہوتا

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ [2] ایضاً ج ۲ کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یسرنی ان عندی مثل احد ہذا ذہبا۔

تھا، اگر کبھی کوئی چیز اتفاق سے آجاتی تو جب تک وہ خرچ نہ ہوجاتی آپؐ کو چین نہیں ملتا تھا، ازواج مطہرات کو سخت تاکید تھی کہ کوئی سامان گھر میں رہنے نہ پائے، آپ کو سکون اور راحت اسی وقت میسر آتی جب محتاجوں اور ضرورتمندوں میں ہر چیز تقسیم کردیتے۔ آپؐ نے اپنے اس جذبۂ خیر و انفاق کی تعبیر جس قدر موثر اور بلیغ انداز میں کی ہے اس کی قدر و عظمت کا اندازہ ادب و بلاغت شناس ہی کرسکتے ہیں ملاحظہ ہو:

لو کان عندی احد ذھبا	اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونے
لاحببت ان لا یاتی ثلث	کا انبار لگ جائے تو میں یہی پسند کرونگا
وعندی منہ دینار [1]	کہ تین دن گزرنے سے پہلے میرے پاس ایک
	دینار بھی نہ رہ جائے۔

صدقہ و خیرات میں اخفا کی سخت تاکید کی گئی ہے اور ریا، نمود و نمائش اور احسان جتانے کو نہایت معیوب قرار دیا گیا ہے، اخفا کی جس قدر موثر و بلیغ تعبیر آپؐ کی فصاحت و بلاغت خیز زبان نے کی ہے ناممکن ہے کہ کوئی صاحب ذوق اس سے متاثر اور کیف اندوز نہ ہو۔ ملاحظہ ہو:

ایک مشہور حدیث ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سات آدمیوں پر سایہ فگن ہوگا ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا جو صدقہ میں نہایت اخفا سے کام لیتا ہے، اس غیر معمولی اخفا کی تعبیر آپؐ نے اس طرح فرمائی:

ورجل تصدق اخفاء حتی لا	اور ایک وہ شخص (قیامت میں اللہ
تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ [2]	کے سایہ تلے ہوگا) جس نے اس قدر مخفی

[1] صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۳ کتاب التمنی باب تمنی الخیر وقول النبی لو کان لی احد ذہبا (بقیہ حاشیہ ص ۲۲ پر)

طور سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ

کو بھی اس کا پتہ نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے

کیا خرچ کیا۔

حلال و حرام کا معاملہ واضح ہوتا ہے لیکن جو چیزیں ان دونوں کے درمیان معلق ہوتی ہیں اور ان کی حلت و حرمت کا معاملہ مشتبہ ہوتا ہے ان کے بارے میں کیا موقف اختیار کرنا چاہیے اس کو آپؐ نے نہایت بلیغ اور بڑے موثر انداز سے تشبیہ کے پیرایے میں واضح کیا ہے جس سے تعبیر و بیان پر آپؐ کی مکمل قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ارشاد ہے:

الحلال بین والحرام بین وبینهما	حلال ظاہر و واضح ہے اور حرام بھی،
مشتبهات لا یعلمها کثیر	ان دونوں کے درمیان میں شبہ کی
من الناس فمن اتقی الشبهات	ایسی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ
استبرأ لدینه وعرضه ومن	نہیں جانتے پس جو شخص ان سے بچا
وقع فی الشبهات کراع یرعی	اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا
حول الحمی یوشک ان یواقعه	اور جو شبہوں میں پڑ گیا اس کی مثال
الا وان لکل ملک حمی الا ان	اس چرواہے کی ہے جس کے جانور
حمی الله فی ارضه محارمه	چراگاہ کے آس پاس چرتے ہیں،
الا وان فی الجسد مضغة اذا	احتمال ہے کہ وہ اس میں چرنے لگے،
صلحت صلح الجسد کله واذا	خبردار ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱) سلہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱ کتاب الصلوٰۃ باب فضل من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ و فضل المساجد۔

فسدت فسد الجسد کله الا	ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اسکی
وهی القلب [1]	زمین میں وہ چیزیں ہیں جن کو اس
	نے حرام کیا ہے سن لو بدن میں گوشت
	کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اگر وہ درست
	ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا
	ہے اور اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا جسم
	خراب ہو گیا، یہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

اس حدیث کا اسلوب نہایت موثر و بلیغ ہے، علاوہ ازیں حدیث کے آخر میں جو اہم حقیقت بیان کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ ایک بڑے حکیم معلم اخلاق اور انسان کی نفسیات و طبائع سے مکمل طور پر واقف تھے۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث دوسری جگہ اس طرح نقل کی ہے:

الحلال بین والحرام بین وبینهما	حلال و حرام بالکل واضح ہے مگر ان کے
امور مشتبهة فمن ترک ما شبه	درمیان بعض مشتبہ امور ہیں جس نے
علیه من الاثم کان لما استبان	ان مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دیا تو وہ واضح
له اترک ومن اجترأ علی ما یشک	گناہوں کو بدرجہ اولیٰ چھوڑ دے گا
فیه من الاثم اوشک ان	اور جو مشتبہ گناہوں کو کرنے کی جسارت
یواقع ما استبان والمعاصی	کر بیٹھا تو وہ کھلے گناہ بھی کر بیٹھے گا،
حمی الله من یرتع حول الحمی	اور گناہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ ہے جو

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳ کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ۔

بوشک ان یواقعہ[1]	شخص اس کے ارد گرد اپنے جانور چرائے گا وہ قریب ہے کہ انہیں چراگاہ میں ڈال دے۔

ضرب الامثال — آخر میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جو ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکی ہیں، یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا بڑا ثبوت ہیں، کیونکہ کوئی فقرہ اسی وقت ضرب المثل بنتا اور عام رواج پاتا ہے جب وہ فصاحت و بلاغت کی حد کمال پر پہنچا ہوا ہو، احادیث کا دفتر ان سے بھرا ہوا ہے لیکن اس مضمون میں ہم نے صحیح بخاری ہی سے مثالیں پیش کرنے کا التزام کیا ہے اس لیے ضرب الامثال بھی اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہی سے پیش کیے جاتے ہیں۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[2]	اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔

یہ صحیح بخاری کے پہلے باب کی پہلی حدیث ہے جس سے امام صاحب کی نیک نیتی اور حسن عمل کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی حدیث کتاب الایمان میں معمولی فرق کے ساتھ اس طرح وارد ہے:

الاعمال بالنیۃ ولکل امرئ ما نوی[3]	اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۵ کتاب البیوع باب الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبہات [2] ایضاً کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ [3] ایضاً کتاب الایمان باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ ولکل امرئ ما نوی۔

شخص کے لیے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی۔

حدیث میں عمل میں اخلاص اور حسن نیت پر زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ خیر و صلاح اور بر و تقویٰ کا کام بھی اسی وقت مقبول اور باعث اجر ہوگا جب اس کی غرض رضائے الٰہی کا حصول ہو اور وہ کام نمود و نمائش اور ریاکاری کے شائبہ سے پاک ہو۔ دوسرے فقرہ کا لب لباب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ہی پھل اور ثواب ملتا ہے:

ان من الشعر حکمۃ وان من البیان لسحرا[1]	بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں اور بعض تقریروں میں جادو ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ قبیلہ تمیم کا وفد آیا، آپؐ نے عمرو بن اہتم سے زبرقان بن بدر کے بارے میں دریافت کیا، عمرو نے ان کی تعریف و توصیف میں جو کچھ کہا زبرقان کو وہ پسند نہیں آیا وہ اس سے زیادہ اپنی تعریف و توصیف چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول خدا کی قسم ان کو معلوم ہے کہ انھوں نے میری نسبت جو کچھ کہا ہے میں اس سے کہیں فائق اور برتر ہوں مگر انہیں مجھ سے حسد ہے، اس پر عمرو بن اہتم نے زبرقان کی مذمت و ہجو شروع کی اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! پہلی دفعہ میں نے کوئی غلط بات نہیں کہی تھی اور دوسری بار میں نے بالکل صحیح بات عرض کی ہے، چنانچہ آپؐ نے اس وقت مذکورۂ صدر فقرہ کہا جو ضرب المثل بن گیا ہے، اس سے آپؐ کا مدعا یہ تھا کہ بلیغ شخص اپنے زور بیان اور

[1] حدیث کا پہلا جز صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منہ اور آخری حصہ کتاب الطب باب ان من البیان سحرا میں مذکور ہے۔

طلاقت لسانی سے اپنی بات کو اس حد پر پہنچا دیتا ہے جہاں ساحر اپنے لطیف حیلہ و کرتب سے پہنچایا کرتا ہے۔[1]

لا یلدغ المومن من جحر مرتین[2] مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

غزوۂ بدر میں خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غلبہ و کامرانی عطا کی تو مشرکین میں سے بہت سے قیدی آپؐ کے ہاتھ لگے، انہی میں ایک شخص ابو عزہ بھی تھا جو شاعر تھا اس نے اپنے فقر و فاقہ اور اولاد کی کثرت وغیرہ کا ذکر کر کے رسولؐ اللہ سے احسان فرمانے اور رہا کر دینے کی درخواست کی، آپؐ نے اس پر فضل و احسان کیا اور اسے رہا کر دیا اور اس سے یہ عہد لیا کہ آئندہ وہ آپؐ کی ہجو اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے سے باز رہے گا، ابو عزہ عہد کر کے مکہ واپس آیا، صفوان بن امیہ نے اسے پھر گمراہ کر دیا اور اس کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری لینے کا وعدہ بھی کیا چنانچہ وہ پھر قریش کے ساتھ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے نکلا اور آپؐ کے خلاف یاوہ گوئی اور پروپگنڈہ کرنا شروع کیا، اتفاق سے وہ پھر دوبارہ گرفتار ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو و احسان کا طالب ہوا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان ایک ہی سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا، اب ہم تمہیں پھر چھوڑ کر اس کا موقع نہ دیں گے کہ تم مکہ جا کر یہ کہو کہ میں نے دو بار محمدؐ کا تمسخر کیا۔[3]

---

[1] ابن درید: المجتنیٰ ص ۲۲ و ابن رشیق قیروانی: کتاب العمدہ ج اول ص ۱۲۵ و ۱۶۶

[2] صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یلدغ المومن من جحر مرتین [3] ابن درید: المجتنیٰ ص ۱۴ وابن حجر۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۴۔

الحرب خدعة[4] جنگ دھوکہ اور حیلہ ہے۔

غزوۂ احزاب میں قریش اور تمام قبائل عرب اسلام کا استیصال کرنے کے لیے مجتمع ہو گئے تھے، قبیلہ غطفان کو یہود نے خیبر کا نصف محاصل دینے کا لالچ دیا تھا اس لیے وہ مزید جوش و خروش کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوئے، نعیم بن مسعود اشجعی ایک غطفانی رئیس تھے، قریش اور یہود دونوں ان کو مانتے تھے، وہ اسلام قبول کر چکے تھے جس کا علم ان لوگوں کو نہیں تھا۔ انھوں نے ایسی باتیں کیں جن سے قریش و یہود اور خود قبیلہ غطفان میں تفرقہ پیدا ہو گیا اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جنگ دھوکہ ہے، آپؐ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جنگ میں مکر و حیلہ کثرت تعداد اور لاطائل کے اقدام سے زیادہ مفید اور کارگر ہے۔[5]

الید العلیا خیر من الید السفلی[6] اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے زیادہ بہتر ہے۔

یہ ارشاد مبارک صدقہ کی ترغیب دلانے اور گداگری کی مذمت میں وارد ہوا ہے علیا سے مراد صدقہ دینے والا ہاتھ ہے اور سفلی سے سائل کا ہاتھ مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ دینے والے کو دیے جانے والے شخص پر فوقیت اور برتری حاصل ہے یعنی فضل و انعام کرنا عمدہ اور بہتر بات ہے۔[7]

انما الصبر عند الصدمة الاولی[8] صبر ابتدائے صدمہ میں ہوتا ہے۔

---

[4] کتاب الجہاد باب الحرب خدعة و کتاب الاستتابة باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیہم [5] المجتنیٰ ص ۱۵ [6] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا صدقة الا عن ظہر غنی [7] المجتنیٰ ص ۱۹ [8] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور۔

دوسری روایت میں ہے:

الصبر عند الصدمة الاولی[1] — صبر تو وہی ہے جو صدمہ کے شروع میں ہو۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیے جا رہے تھے، ایک عورت قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی آپؐ رک گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا صبر کرو' وہ آپؐ کو پہچانتی نہ تھی، گستاخی کے ساتھ بولی ہٹو، تم کیا جان سکتے ہو مجھ پر کیا کیفیت ہے' آپؐ چلے آئے تو لوگوں نے عورت سے کہا تم نے نہیں پہچانا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، وہ دوڑی ہوئی آئی اور کہا میں حضورؐ کو پہچانتی نہ تھی، ارشاد فرمایا صبر وہی معتبر ہے جو عین مصیبت کے وقت کیا جائے[2]

انک ان تدع ورثتک اغنیاء — تمہارا وارثوں کو غنی چھوڑ کر مرنا اس سے
خیر من ان تدعھم عالة — اچھا ہے کہ انہیں ایسا محتاج چھوڑ دو
یتکففون الناس فی ایدیھم[3] — کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں'

حضرت سعد بن وقاصؓ مکہ میں جا کر سخت بیمار ہو گئے، وہ چونکہ مہاجرین میں سے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ مکہ میں جہاں سے ہجرت کر چکے ہیں ان کی وفات ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، حضرت سعدؓ نے اپنی اس خواہش کا ذکر آپؐ سے کیا کہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں آپؐ نے انہیں اس سے منع کیا تو انہوں نے کہا اچھا نصف مال کی

۱؎ صحیح بخاری باب الصبر عند الصدمة الاولی ۲؎ ایضاً باب زیارة القبور ۳؎ ایضاً کتاب الوصایا باب ان یترک ورثتہ اغنیاء خیر من ان یتکففون الناس۔

وصیت کر دوں آپؐ نے اس سے بھی منع کیا تب انہوں نے ثلث کے بارے میں عرض کیا' آپؐ نے اس کی اجازت تو دی مگر یہ فرمایا کہ یہ بھی بہت ہے اور اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ مال وارثوں کا حق ہوتا ہے انہیں خوش حال چھوڑنا بہتر ہے[1]

انصر اخاک ظالما او مظلوما[2] — اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

یہ فقرہ بھی ضرب المثل ہے، جب آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو صحابۂ کرامؓ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسولؐ! مظلوم کی مدد تو ہم کریں گے لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں فرمایا کہ اسے اس کے ظلم سے روک دو[3]

اتق دعوة المظلوم[4]۔ — مظلوم کی بددعا سے بچو۔

یہ حضرت معاذؓ کی وصیت کے الفاظ ہیں جو آپؐ نے ان کو یمن بھیجتے ہوئے فرمائے تھے اس میں ان کو ارکان اسلام کی تعلیم دینے کی تلقین کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء و اغنیا سے زکوٰة لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے کی ہدایت فرمائی تھی اور زکوٰة لینے میں اس کی ممانعت کی تھی کہ:

فایاک وکرائم اموالھم[5] — انکے اچھے اور عمدہ مال لینے سے بچو۔

کیونکہ اچھا مال لے کر خراب مال چھوڑ دینے سے انہیں تکلیف ہو گی اور یہ ان پر ظلم بھی ہو گا جس کے بدلہ وہ بددعا کر سکتے ہیں اس سے آپؐ نے بچنے کی تاکید کی[4] اور وجہ یہ

۱؎ صحیح بخاری کتاب الوصایا باب ان یترک ورثتہ الخ ۲؎ و ۳؎ ایضاً کتاب المظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما ۴؎ و ۵؎ ایضاً کتاب الزکوٰة باب اخذ الصدقة من الاغنیاء وترد فی الفقراء حیث کانوا و کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم۔

بتائی کہ مظلوم کی فریاد اللہ سُن لیتا ہے، اس کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ یہ بات بجائے خود نہایت اہم اور معنی خیز ہے جو اپنے بلیغ الفاظ اور خوبصورت انداز بیان کی وجہ سے ضرب المثل بن گئی ہے۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ [1]

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ظلم و ستم کا نشانہ بننے دیتا ہے۔

یہ فقرہ بھی ضرب المثل ہے، مفہوم یہ ہے کہ کوئی مسلمان خود اپنے مسلمان بھائی پر ظلم و ستم نہیں کرتا اور نہ دوسروں کو اس کا موقع دیتا ہے کہ وہ اس پر ظلم و ستم ڈھائیں یا وہ اپنے مسلمان بھائی کو کسی اذیت اور مصیبت میں دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔

لیس الشدید بالصرعۃ، انما الشدید یملک نفسہ عند الغضب [2]

پچھاڑنے والا شدید اور بہادر نہیں ہے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔

یہ فقرہ بھی ضرب المثل اور بڑا معنیٰ خیز ہے۔

الحیاء شعبۃ من الایمان [3]

حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

رسول اللہؐ نے ایک انصاری کو اپنے بھائی کو حیا کی نصیحت کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا دعہ فان الحیاء من الایمان [4] (انہیں چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان کا حصہ ہے)

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ والمہاجر من ہجر ما نھی اللہ عنہ [1]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

. . . . [1] صحیح بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ [2] ایضاً کتاب الادب باب الحذر من الغضب [3] ایضاً کتاب الایمان باب امور الایمان الخ [4] ایضاً باب الحیاء من الایمان۔

ان المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا [2]

ایک مسلمان دوسرے کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؐ جب یہ بات فرما رہے تھے تو آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر ڈال دیا تھا۔

فرب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ [3]

دنیا میں بہت سی خوب اوڑھنے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس [4]

دولت اور ثروت غنی نہیں ہے بلکہ نفس کا غنی اصل غنی ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم مال کی کثرت کو غنی اور قلت کو فقر سمجھتے ہو، انھوں نے کہا ہاں، آپؐ نے فرمایا غنی اور فقر تو قلب کا غنی و فقر ہوتا ہے۔ [5]

الولد للفراش وللعاہر الحجر [6]

لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا،

[1] صحیح بخاری باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ [2] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ [3] ایضاً کتاب العلم باب العلم والعظۃ باللیل [4] ایضاً کتاب الرقاق باب الغنیٰ عن النفس [5] فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۳۲ [6] صحیح بخاری کتاب المحاربین باب للعاہر الحجر۔

زناکار کے لیے پتھر ہے۔

الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبرکة [1]	(جھوٹی) قسم سے مال بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔
من سرّہ ان یبسط له فی رزقه او ینسأ له فی اثرہ فلیصل رحمه [2]	جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو یا اس کی عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔
کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته [3]	تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔
نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ [4]	دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگوں کے ساتھ غبن ہوتا ہے یعنی انہیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے تندرستی اور خوش حالی۔

شارحین حدیث نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ ان نعمتوں کو پانے کے بعد اگر کوئی شخص اللہ کا شکر گزار ہے تو وہ مغبون نہیں رہے گا۔ لیکن اکثر لوگوں کو اس کی توفیق میسر نہیں آتی اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ مغبون رہتے ہیں، حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو

[1] ایضاً کتاب البیوع باب یمحق اللہ الربوٰ و یربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم [2] ایضاً باب من احب البسط فی الرزق [3] ایضاً کتاب الجمعہ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن وکتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اہله وکتاب الاحکام باب قول اللہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم [4] ایضاً کتاب الرقاق الصحۃ والفراغ۔

یہ دونوں چیزیں مل جاتی ہیں تو اس میں کسل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اطاعت الٰہی میں سستی کرتا ہے۔ مغبون فیهما کثیر من الناس کو وقلیل من عبادی الشکور کے ہم معنی بتایا گیا ہے [1]

من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین [2]	اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہوتی ہے اس کو دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔
انما انا قاسم واللہ یعطی [3]	میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔
ویحک یا انجشة رویدك سوقا بالقواریر [4]	اے انجشہ آہستہ سے عورتوں کی سواری ہانکو۔

آگے باب المعاریض میں ارفق یا انجشہ ویحک بالقواریر کے الفاظ آئے ہیں، قواریر عورتوں سے کنایہ ہے کیونکہ وہ بھی شیشوں کی طرح نرم و نازک اور خلقتاً کمزور ہوتی ہیں، انجشہ ایک حبشی شخص تھے جن کی آواز بہت بلند تھی اور وہ بہت خوش گلو بھی تھے۔ رسول اللہؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو سواری پر لے کر چلو تو آہستہ اور نرمی سے اونٹ ہانکو تیزی اور جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔

بخاری شریف میں یہ اور اس طرح کے دوسرے متعدد اسالیب موجود ہیں جو آپؐ کی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کا ثبوت ہیں یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

[1] فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۹۶ [2] و [3] بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین [4] بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء۔

کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار
لابی الخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی

ترتیب و تعلیق مع انگریزی ترجمہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ

از پروفیسر عبدالرحمن مومن، بمبئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، سیرت و سوانح اور حالات و معاملات سے متعلق جو مواد مسلمانوں کے یہاں پایا جاتا ہے وہ نہ صرف کیفیت و کمیت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے بلکہ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ اس مواد میں کتب حدیث کی ضخیم مجلدات، اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ اور سیرت نبویؐ پر لاتعداد کتابیں شامل ہیں۔ علامہ محمد یوسف شامی کی کتاب "سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد" جس کی پانچ چھ جلدیں چھپ چکی ہیں اور شاید ۱۵ سے زائد جلدیں ہنوز تشنۂ طباعت ہیں، دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد اور ضخیم ترین کتاب ہے۔

بعض حلقوں کی طرف سے یہ لغویات کہی جاتی ہے کہ بخاری و مسلم جیسی حدیث کی کتابیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دو ڈھائی سو برس بعد لکھی گئیں لہٰذا ان پر کلیتاً اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ گمان علم حدیث کی تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل ہی اسلام جزیرۂ عرب میں پھیل چکا تھا اور تقریباً پانچ لاکھ افراد مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار

صحابہ کرام موجود تھے۔ صحابہ کرام کو آنحضورؐ سے جو عقیدت و ارادت تھی اور آپؐ کے ارشادات و تعلیمات کے تحفظ اور ترسیل و ابلاغ کے ساتھ جو اعتنا انھوں نے اور ان کے بعد آنے والی نسلوں نے کیا اس کی نظیر انسانی تاریخ میں ناپید ہے۔ تواتر اور اسناد کے التزام کے ساتھ حدیث کا جو مہتم بالشان ذخیرہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوا اس میں نہ صرف یادداشت بلکہ تحریر کو بھی دخل تھا۔ چنانچہ عہد نبویؐ ہی میں سیکڑوں وثائق و فرامین ضبط تحریر میں لائے گئے تھے۔ ان وثائق و فرامین کو جن میں ۳۰۰ سے زائد خطوط بھی شامل ہیں، فاضل محترم ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اپنی کتاب "الوثائق السیاسیة فی العهد النبوی والخلافة الراشدة" میں بڑے سلیقہ سے جمع کردیا ہے۔[1] آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے حکمرانوں کو جو تبلیغی خطوط لکھے تھے ان میں سے پانچ اپنی اصل شکل میں آج بھی محفوظ ہیں۔[2] یہ خطوط ہرقل روم، مقوقس، منذر بن ساوی، نجاشی اور کسریٰ کے نام لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کے متون میں جو حدیث و سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور اصل خطوط میں کوئی تفاوت نہیں پایا جاتا۔ یہ کتب حدیث کے معتبر ہونے کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

متعدد صحابہ کرام نے حدیث کو ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام کیا تھا۔ ان میں کبار صحابہ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ

---

[1] طبع بیروت (چھٹا ایڈیشن) [2] ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد حمید اللہ: الوثائق السیاسیہ نیز ڈاکٹر صاحب کی اردو کتاب رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی (طبع کراچی ۱۹۸۷ء) حال میں ڈاکٹر صاحب نے اسی موضوع پر فرانسیسی زبان میں SIX ORIGINAUX DES LETTRES DIPLOMA-TIQUES DU PROPHETE DE L'ISLAM کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے (طبع پیرس ۱۹۸۶ء)

بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت سعد بن
عبادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام شامل ہیں۔ بالفاظ دیگر علم حدیث کی تدوین
صحابۂ کرامؓ کے زمانہ ہی میں شروع ہو چکی تھی۔ حدیث کا ایک قدیم ترین مجموعہ صحیفہ
ہمام بن منبہ ہے۔ ہمام بن منبہ (متوفی ۱۰۱ ہجری) حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد تھے۔
صحیفہ ہمام بن منبہ کی تمام مرویات صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ نیز اس کا پورا متن مسند
احمد بن حنبل میں موجود ہے۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کے قلمی نسخے دمشق، قاہرہ اور برلن میں پائے
جاتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ان تمام مخطوطوں کا مقابلہ کر کے تعلیق و تقدیم
کے ساتھ اسے دمشق سے شائع کرایا[1]۔ حدیث کی دیگر قدیم کتابوں میں جو اب زیور طبع
سے آراستہ ہو چکی ہیں، مسند حمیدی، سنن سعید بن منصور، مصنف عبدالرزاق اور
امام عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد والرقائق شامل ہیں۔

۱۹۸۴ء میں پاکستان ہجرت کاؤنسل نے اسلامی نظریۂ حیات، تہذیب اور
معاشرت پر ستو اہم ترین کتابیں از سر نو شایع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ یہ کتابیں بارہ
خانوں میں تقسیم کی گئیں (۱) مذہب و اخلاقیات (۲) تعلیم (۳) فلسفہ (۴)
سیاسیات (۵) قانون (۶) تاریخ (۷) تہذیب و معاشرت (۸) فلکیات (۹)
علوم طبیعیہ (۱۰) ریاضیات (۱۱) طب و معالجہ (۱۲) اطلاقی علوم اور ٹکنالوجی۔

ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی کی کتاب السرد والفرد فی صحائف الاخبار
ونسخها المنقولة عن سید المرسلین اسی منصوبہ کے تحت اسلام آباد سے ۱۴۱۱ھ میں
شایع کی گئی۔ اس کتاب کا خطی نسخہ وزیر شہید علی پاشا کے ذخیرۂ کتب واقع سلیمانیہ

[1] صحیفہ ہمام بن منبہ (مع اردو ترجمہ طبع حیدرآباد، مع انگریزی ترجمہ دسواں ایڈیشن طبع حیدرآباد)

لائبریری استانبول میں موجود ہے۔ مخطوطہ کی تاریخ، صفر ۵۹۹ ہجری ہے۔
اس کتاب میں ۳۴۶ روایات پر مشتمل گیارہ صحائف ہیں جو دراصل عہد صحابہؓ کے
قدیم ترین مجموعہ ہائے حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب کی تمام مرویات میں اسناد
کا التزام کیا گیا ہے۔ ان میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی تین صحائف ہیں۔ ایک ان کے
شاگرد ہمام بن منبہ کا مرتب کردہ ہے، دوسرا کلثوم بن محمد کا اور تیسرا عبدالرزاق کا
ترتیب دیا ہوا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کردہ حدیثوں کے دو صحیفے ہیں۔
ایک ان کے شاگرد حمید الطویل کا ترتیب کردہ ہے اور دوسرا خراش کا۔ حضرت علیؓ
کی مرویات کے دو صحیفے ہیں۔ ایک ان کے اہل خانہ کی زبانی اور دوسرا شیخ کا روایت
کردہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرویات کے دو صحیفے ہیں۔ ان میں ایک عبدالرزاق
کا روایت کردہ ہے اور دوسرا جویریہ بن اسماء کا۔ ایک صحیفہ جعفر بن نسطور رومی کا
ہے جو صحابہؓ میں سے ہیں (؟)۔ ایک صحیفہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام
کی مرویات پر مشتمل ہے۔

بدقسمتی سے کتاب السرد والفرد کے جامع و مرتب ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی
کے بارہ میں معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے بیٹے ابوبکر محمد بن احمد قزوینی نے
ان کی کتابوں کو روایت کیا ہے۔ کتاب السرد والفرد کے گیارہ صحائف کی مرویات
اس طرح ہیں:

صحیفہ	تعداد	صحیفہ	تعداد
صحیفہ ہمام بن منبہ	۱۱۸	صحیفہ کلثوم	۶۶
صحیفہ عبدالرزاق	۴۷	صحیفہ حمید الطویل	۱۰
صحیفہ اہل البیت	۱۹	صحیفہ خضر والیاس	۲۱

صحیفہ اشج	۲۰	صحیفہ جعفر بن نسطور رومی	۱۱
صحیفہ خراش	۱۴	صحیفہ عبد الرزاق	۲۷
صحیفہ جویریہ	۸۳	کل مرویات	۴۳۶

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے، جن کے سر اس مخطوطہ کی دریافت کا سہرا ہے، تمام مرویات کی تخریج کی ہے اور صحاح ستہ نیز مسند احمد بن حنبل میں پائی جانے والی مرویات کی نشاندہی کی ہے۔ ہر صحیفہ کے آخر میں اہم رواۃ کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب نے معلومات فراہم کی ہیں۔ ان میں ایک راوی ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن زیاد السندی ہیں جو چوتھی صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ ان گیارہ صحائف میں سب سے اہم صحیفہ ہمام بن منبہ ہے جس کو حدیث کی قدیم ترین کتابوں میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ صحیفہ علی کی بیس مرویات میں سے جو ان کے اہل بیت سے نقل کی گئی ہیں صرف دو روایتیں صحاح ستہ میں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ جو
یقول من احسن الی احد من	میرے بعد میرے کسی اہل بیت سے اچھا
اہل بیتی بعدی شفعت لہ	برتاؤ کرے گا میں اس کے لیے قیامت
یوم القیامۃ ویکون فی الجنۃ	کے دن شفاعت کروں گا اور وہ میرے
معی۔	ساتھ جنت میں ہوگا۔

دوسری روایت ابن ماجہ میں ہے:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ	میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ آپ نے
وسلم یقول ان الدین قبل الوصیۃ	فرمایا قرض (کی ادائیگی) وصیت سے
وانتم تقرؤن من بعد وصیۃ	پہلے ہے، تم لوگ (یہ آیت) تلاوت کرتے ہو
یوصی بہا او دین۔	من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین[1]

اسلامی روایات میں حضرت خضر اور حضرت الیاسؑ کی شخصیت کچھ پُراسراری ہے۔ ان کے بارہ میں عام طور سے یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ کتاب السرد والفرد کے صحیفہ خضر والیاس میں ہے کہ راوی ایک غار میں داخل ہوئے اور راستہ بھول گئے۔ اتنے میں اچانک ان کو حضرت خضر علیہ السلام نظر آئے۔ ان کے ساتھ حضرت الیاسؑ بھی تھے۔ راوی نے ان سے پوچھا، هل رأيتما محمداً صلى الله عليه وسلم (کیا تم نے آنحضورؐ کو دیکھا ہے؟) انہوں نے جواب دیا ہاں۔ راوی نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھ سے آنحضورؐ کی چند حدیثیں روایت کریں تاکہ میں آپ کی سند سے ان کو روایت کروں۔ اس صحیفہ میں حضرت خضر اور حضرت الیاسؑ سے روایت کردہ ۱۵ مرویات ہیں۔ ان میں سے صرف ایک روایت صحاح ستہ میں اور ایک مسند احمد بن حنبل میں ہے۔

صحیفہ خضر والیاسؑ میں مروی روایت نمبر ۷: سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو ان العباد لم یذنبوا لخلق اللہ تعالی خلقاً یذنبون ثم یغفر لہم انہ ہو الغفور الرحیم مسلم اور ترمذی میں ہے۔ روایت نمبر ۹: سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما علی الارض رجل یقول لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الا غفرت ذنوبہ ولو کانت مثل زبد البحر مسند احمد بن حنبل میں ہے۔

صحیفہ جعفر بن نسطور رومی میں ۱۲ مرویات ہیں۔ ان میں سے کوئی روایت صحاح ستہ میں نہیں پائی جاتی۔ اس صحیفہ میں جعفر بن نسطور رومی کو صحابی بتایا گیا ہے لیکن اس

---

[1] سورۃ النساء ۴: ۱۲۔

بارہ میں تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں کوئی معلومات نہیں ملتی۔ شیخ ابوالفضل محمد بن علی الخراسانی المہتدی کی ملکیت میں صحیفہ جعفر بن نسطور رومی کا جو نسخہ تھا اس کے اخیر میں یہ لکھا ہوا تھا: ابوالحسن علی بن الحسین سے اس نسخہ کی صداقت کے بارہ میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ ان کے استاد ابوداؤد نے اپنے استاد ابوالقاسم منصور کی زبانی یہ سنا کہ جعفر بن نسطور غزوۂ تبوک میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اتفاق سے آنحضورؐ کا کوڑا نیچے گر پڑا۔ جعفر بن نسطور نے کوڑا اٹھا کر آپ کو دیا۔ آنحضورؐ نے ان کے لیے درازیٔ عمر کی دعا فرمائی۔ چنانچہ جعفر بن نسطور کی عمر ۲۸۰ برس کی ہوئی اور انھوں نے بصرہ میں وفات پائی۔ یہ روایت رتن ہندی والی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ جس کے بارہ میں محدثین اور اصحاب جرح وتعدیل لکھتے ہیں کہ یہ باطل ہے[1]

صحیفہ جعفر بن نسطور میں یہ روایت ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یاکل ما یسقط من القصعۃ او الخوان رفع عنہ الجنون والمرض والحمق وعن اولادہ تغیر اللون والحمی والجنون۔

جس نے رکابی یا خوان سے گرا ہوا دانہ اٹھا کر کھا لیا وہ جنون اور بیماری اور حماقت سے محفوظ رہے گا اور اس کی اولاد برص، بخار اور جنون سے محفوظ رہے گی۔

(روایت نمبر ۴)

[1] ذہبی: میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۱۰؛ ابن حجر: لسان المیزان جلد ۲ ص ۴۵۰۔

یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے۔ محدثین عظام نے موضوع روایتوں کی جو صفتیں بتلائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں معنوی رکاکت پائی جاتی ہو نیز یہ کہ وہ عقل انسانی یا مشاہدہ کے خلاف ہو۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

ما احسن قول القائل اذا رأیت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع[1]

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب کسی حدیث کو عقل ونقل کے خلاف دیکھو یا اصول کے خلاف پاؤ تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔

کتاب السرد والفرد کی اشاعت بلاشبہ ایک اہم علمی و دینی خدمت ہے جس کے لیے فاضل مرتب و مترجم اور پاکستان ہجرت کاونسل دونوں مبارکباد اور اہل علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ خیرا الجزاء۔

[1] جلال الدین سیوطی: تدریب الراوی ص ۱۰۰۔

اقبال کے کلام میں قرآنی آیات کے منظوم ترجموں کے اشاریے

از

جناب محمد بدیع الزماں صاحب

موقر مجلہ "معارف" کے جنوری کے شمارہ میں میرا ایک مضمون بعنوان "اقبال کے کلام کی قرآنی تلمیحات کے اشاریے" قارئین کی نظروں سے گزر چکا ہے۔ اس مضمون میں اقبال کے کلام کے ایسے اشعار کے اشاریے دیے گئے تھے جن میں قرآن کے الفاظ یا کسی آیت کا فقرہ، بطور تلمیح، عربی متن میں اشعار میں لائے گئے ہیں جن میں تلمیحات کی تعداد ۱۴۳ اور اشعار کی تقریب ۵۰ تھی۔ مگر جیسا میں نے اسی مضمون میں کہا ہے کہ قرآنی آیات کو ذہن نشین کرانے کے لیے اقبال نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ انھوں نے قریب دو سو اشعار میں پورے شعر یا شعر کے کسی مصرعہ میں پوری آیت یا کئی ہم معنی آیات کی ہوبہو منظوم ترجمانی کر دی ہے۔ ایسے ہی ستر اشعار جن میں آیات کی اسطرح منظوم ترجمانی کی گئی ہے کے اشاریے، قرآن کی سورہ اور آیت کے حوالوں کے ساتھ اس مضمون میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ خدا کے کلام کو اقبال کی منظوم ترجمانی کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچانے سے اقبال کی یہ دعا مستجاب ہو کہ

الٰہی آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

ذیل میں سب سے پہلے داہنی طرف اقبال کے کلام کے ہر مجموعہ کی نظم کا نام یا

غزل کا نمبر شمار درج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان نظموں اور غزلوں کی ترتیب مجموعوں کی ترتیب کے مطابق رکھی گئی ہے تاکہ اشعار کی تلاش آسانی سے کی جا سکے۔

بانگِ درا

ماہِ نو: دوسرا بند، دوسرا شعر، پہلا مصرعہ۔ سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۵

تصویرِ درد: پانچواں بند، آٹھواں شعر، دوسرا مصرعہ۔ سورۃ النساء ۴۔ آیت ۳۶۔ آخری فقرہ۔

سرگزشتِ آدم: پانچواں شعر، پہلا مصرعہ۔ سورۃ الحج ۲۲۔ آیت ۲۷، دوسرا مصرعہ۔ سورۃ النجم ۵۳۔ آیات ۱۹ اور ۲۰۔

چھٹا شعر۔ سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۷، سورۃ النساء ۴۔ آیت ۴۶، سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۴، سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ رکوع ۱۔

ساتواں شعر۔ سورۃ النساء ۴۔ آیات ۱۵۶ تا ۱۵۸، سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیات ۵۴ اور ۵۵۔

آٹھواں شعر۔ سورۃ العلق ۹۶۔ آیت ۱، سورۃ القدر ۹۷۔ آیت ۱۔

غزلیات حصہ اول: ساتویں غزل۔ ساتواں شعر۔ سورۃ الاعراف ۷، آیت ۱۴۳

گیارہویں غزل۔ دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ۔ سورۃ سبا ۳۴۔ آیت ۵۰، آخری فقرہ، سورۃ الشوریٰ ۴۲۔ آیت ۲۷۔ آخری فقرہ، سورۃ ق ۵۰۔ آیت ۱۶۔

آخری غزل۔ گیارہواں شعر۔ سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۱۴۳۔

عبدالقادر کے نام: چوتھا شعر۔ پہلا مصرعہ۔ سورۃ یوسف ۱۲، رکوع ۲، دوسرا مصرعہ: سورۃ یوسف ۱۲۔ رکوع ۴۔

غزلیات حصہ دوم : پہلی غزل۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ المومنون ۲۳۔ آیات ۱۱۲ تا ۱۱۵، سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۵۵۔

گورستانِ شاہی : آٹھواں بند۔ آخری شعر، سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۵۱ آخری فقرہ

وطنیت : تیسرا بند۔ دوسرا شعر۔ پہلا مصرعہ۔ سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۹۵، سورۃ النساء ۴۔ آیات ۹۷ تا ۹۹، سورۃ الانفال ۸۔ آیات ۷۴ اور ۷۵، سورۃ الحج ۲۲۔ آیت ۵۸۔

شکوہ : پندرھواں بند۔ آخری شعر۔ پہلا مصرعہ، سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۱۲، سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۸۶۔

سترھواں بند۔ آخری شعر۔ سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۱۲، سورۃ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۸۶، سورۃ الشوریٰ ۴۲۔ آیت ۲۰، سورۃ الفجر ۸۹۔ آیات ۱۵ تا ۲۰۔

شمع اور شاعر۔ شمع : پہلا بند۔ ساتواں شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ المائدہ ۵۔ آیت ۲۔ پہلا فقرہ، سورۃ الحج ۲۲۔ آیت ۳۲۔

حضورِ رسالت مآب میں : پہلا بند۔ آخری شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ الانبیاء ۲۱۔ آیت ۱۰۷۔

جوابِ شکوہ : چھٹا بند۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الفرقان ۲۵۔ آیت ۷۷، سورۃ الرعد ۱۳۔ آیت ۲۷۔ آخری فقرہ۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ النساء ۴۔ آیات ۶۶ تا ۶۸ و آیت ۱۷۵، سورۃ التوبہ ۹۔ آیت ۱۹ آخری فقرہ، سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۹، سورۃ العنکبوت ۲۹۔ آیت ۶۹، سورۃ الشوریٰ ۴۲۔ آیت ۱۳۔ آخری فقرہ، سورۃ اللیل ۹۲۔ آیات ۱۲ تا ۱۴۔

نواں بند۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ، سورۃ البقرہ ۲۔ آیات ۴۳ تا ۴۶، سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۷۸، سورۃ الماعون ۱۰۷۔ آیت ۵۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۲۵۔

اکیسواں بند۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ۔ دوسرا ٹکڑا "وہ آپس میں رحیم" سورۃ الفتح ۴۸۔ آیت ۲۹۔ آخری فقرہ۔ سورۃ الحجرات ۴۹۔ آیت ۱۰۔

چھبیسواں بند۔ پہلا شعر، سورۃ الضحیٰ ۹۳۔ آیات ۳ تا ۵، سورۃ الم نشرح ۹۴۔ آیات ۵ اور ۶۔

دعا : دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۷۔

تضمین بر شعرِ ابوطالب کلیم : پہلا شعر، سورۃ المائدہ ۵۔ آیت ۲۔ پہلا فقرہ، سورۃ الحج ۲۲۔ آیت ۳۲۔

دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ، سورۃ ص ۳۸۔ آیت ۴۳۔

چھٹا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۳ و ۴، سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ رکوع ۱۔

صدیقؓ : پہلا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۶۱، سورۃ التوبہ ۹۔ آیات ۳۴ اور ۳۵، سورۃ سبا ۳۴۔ آیت ۳۷، سورۃ الحدید ۵۷۔ آیات ۷ اور ۱۰ (پہلا فقرہ)

دوسرا بند۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ : "رفیقِ نبوت" سورۃ التوبہ ۹۔ آیت ۴۰۔

چوتھا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ التوبہ ۹۔ آیت ۴۰۔

والدہ مرحومہ کی یاد میں : آٹھواں بند۔ تیسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۶۰۔

کفرو اسلام : چھٹا شعر۔ پہلا مصرعہ، سورۃ الکہف ۱۸۔ آیات ۱۰۳ تا ۱۰۸،
سورۃ العنکبوت ۲۹۔ آیت ۶۴

مذہب (بعد از نظم جنگ یرموک کا واقعہ) : پہلا شعر۔ دوسرا مصرعہ:
سورۃ البقرہ ۲۔ آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹، سورۃ آل عمران ۳۔ آیات ۶۷ اور ۶۸۔

شبِ معراج : دوسرا شعر: سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۱۔

خضرِ راہ۔ زندگی : پہلا بند۔ چوتھا شعر، پہلا مصرعہ: سورۃ البلد ۹۰۔ آیت ۴۔
پہلا بند۔ ساتواں شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ ہود ۱۱۔ آیت ۷۔ پہلا فقرہ، سورۃ
الملک ۶۷۔ آیات ۱ اور ۲، سورۃ الدہر ۷۶۔ آیت ۲۔

خضرِ راہ۔ دنیائے اسلام : دوسرا بند۔ دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ
النمل ۲۷۔ آیات ۱۸ اور ۱۹۔

طلوعِ اسلام : آٹھواں بند۔ پانچواں شعر۔ پہلا مصرعہ: سورۃ البقرہ ۲۔
آیات ۸۱، ۸۲ اور ۱۲۴، سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۱۲، سورۃ ہود ۱۱۔ رکوع ۲، سورۃ
مریم ۱۹۔ آیت ۶۰، سورۃ القصص ۲۸۔ آیت ۸۴، سورۃ الروم ۳۰۔ آیات ۴۴ اور
۴۵، سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۴، سورۃ فاطر ۳۵۔ آیت ۱۰، سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷۔
آیات ۳۸ اور ۳۹۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ التغابن ۶۴۔ آیت ۲۔

غزلیات حصہ سوئم : تیسری غزل۔ تیسرا شعر۔ پہلا مصرعہ: سورۃ
الانبیاء ۲۱۔ آیات ۶۸ تا ۷۰، سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷۔ آیات ۹۷ اور ۹۸، سورۃ العنکبوت
۲۹۔ آیت ۲۴۔

چوتھی غزل۔ چوتھا شعر، پہلا مصرعہ: سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۱۴۳۔

بالِ جبریل

غزل ۱۴ (اول) : آٹھواں شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ الاعراف ۷۔ آیات
۱۷۵ اور ۱۷۶، سورۃ التوبہ ۹۔ آیات ۳۸ اور ۳۹۔

تیرھواں شعر: سورۃ الانبیاء ۲۱۔ آیات ۶۸ تا ۷۰، سورۃ العنکبوت ۲۹۔ آیت
۲۴، سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷۔ آیات ۹۷ اور ۹۸۔

غزل ۵ (دوم) : دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ الرحمٰن ۵۵۔ آیت
۷۲، سورۃ الدہر ۷۶۔ آیات ۱۵ اور ۲۱ (آخری فقرہ) سورۃ المطففین ۸۳۔ آیت ۲۵

غزل ۳۶ : پہلا شعر: سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۲۵۔

غزل ۵۷ : دوسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۷،
سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ رکوع ۱، سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۳ اور ۴۔

رُباعی : "یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی" سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۴ (آخری فقرہ)
سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۷۵، سورۃ الانبیاء ۲۱۔ آیات ۶۸ تا ۷۰۔ سورۃ العنکبوت
۲۹۔ آیت ۲۴، سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷۔ آیات ۹۷ اور ۹۸۔

رُباعی : "شبانی سے کلیمی دو قدم ہے" سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۷، سورۃ
طٰہٰ ۲۰۔ رکوع ۱، سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۳ اور ۴۔

رباعی : "خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے"۔ "خدائے زندہ" سورۃ آلِ عمران
۳۔ آیت ۲، سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۵۵ (پہلے دو فقرے) سورۃ الفرقان ۲۵۔ آیت
۵۸، سورۃ المومن ۴۰۔ آیت ۶۵ "زندوں کا خدا ہے" سورۃ یٰسین ۳۶۔ آیات ۶۹ اور ۷۰

مسجدِ قرطبہ : تیسرا بند۔ ساتواں شعر۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ الاحزاب ۳۳:
آیت ۵۶۔

پہلا بند۔ آخری شعر: سورۃ طٰہٰ ۲۰ - آیت ۷۳۔ آخری فقرہ۔ سورۃ القصص ۲۸ - آیت ۸۸۔

آخری بند۔ ساتواں شعر۔ سورۃ الانفال ۸ - آیت ۵۳، سورۃ الرعد ۱۳ - آیت ۱۱، سورۃ فاطر ۳۵ - آیات ۴۳ تا ۴۵۔

الارض للہ : پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الانعام ۶ - آیت ۹۵، سورۃ الواقعہ ۵۶ - آیات ۶۳ تا ۶۷۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ الرعد ۱۳ - آیات ۱۲ اور ۱۷، سورۃ النحل ۱۶ - آیات ۱۰ اور ۱۱، سورۃ العنکبوت ۲۹ - آیت ۶۳، سورۃ النبا ۷۸ - آیات ۱۴ اور ۱۵۔

دوسرا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الاعراف ۷ - آیت ۵۷، سورۃ الرعد ۱۳ - آیات ۴ تا ۱۶، سورۃ الحجر ۱۵ - آیت ۲۲، سورۃ المومنون ۲۳ - آیات ۱۸ تا ۲۰، سورۃ الروم ۳۰ - آیات ۴۸ تا ۵۱، سورۃ الفرقان ۲۵ - آیات ۴۸ اور ۴۹، سورۃ فاطر ۳۵ - آیت ۹۔

دوسرا مصرعہ۔ پہلا ٹکڑہ : سورۃ الرعد ۱۳ - آیت ۳، سورۃ الحج ۲۲ - آیت ۶۳۔

دوسرا ٹکڑہ : سورۃ الفرقان ۲۵ - آیت ۵۴، سورۃ المومن ۴۰ - آیت ۶۱، سورۃ النبا ۷۸ - آیت ۱۳۔

تیسرا شعر۔ سورۃ الانعام ۶ - آیات ۹۹ اور ۱۴۱، سورۃ النمل ۲۷ - آیت ۶۰، سورۃ الرحمٰن ۵۵ - آیات ۱۰ تا ۱۳۔

آخری شعر۔ سورۃ البقرہ ۲ - آیات ۱۱۶ پہلا فقرہ اور ۲۵۵، سورۃ آل عمران ۳ - آیت ۱۲۹، سورۃ النساء ۴ - آیت ۱۳۱ آخری فقرہ، سورۃ المائدۃ ۵ - آیت ۱۷ آخری فقرہ اور آیت ۱۸ آخری فقرہ، سورۃ الانعام ۶ - آیت ۱۲، سورۃ الحج ۲۲ - آیت ۶۴، سورۃ الشعراء ۲۶ - آیات ۲۳ اور ۲۴، سورۃ الشوریٰ ۴۲ - آیت ۴، سورۃ الدخان

۴۴ - آیت ۷، سورۃ الجاثیہ ۴۵ - آیت ۳۶۔

فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں : تیسرا شعر : سورۃ المومن ۴۰ - آیت ۶۴، سورۃ التغابن ۶۴ - آیت ۳، سورۃ التین ۹۵ - آیت ۴۔

جبریل و ابلیس : آخری بند "ابلیس"۔ تیسرا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ الاعراف ۷ - آیات ۱۶ اور ۱۷، سورۃ الحجر ۱۵ - آیت ۳۹۔

اذان : پانچواں شعر۔ سورۃ الفرقان ۲۵ - آیات ۶۳ تا ۶۵، سورۃ المزمل ۷۳ - رکوع ۱ اور آیت ۲۰۔ سورۃ الدہر ۷۶ - آیات ۲۵ اور ۲۶۔

پرواز : چوتھا شعر۔ دوسرا مصرعہ : سورۃ التوبہ ۹ - آیات ۳۸ اور ۳۹۔ سورۃ الاعراف ۷ - آیات ۱۷۵ اور ۱۷۶۔

آزادی افکار : دوسرا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ التکویر ۸۱ - آیت ۱۹ اور ۲۱۔

چیونٹی اور عقاب۔ عقاب : آخری شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الاعراف ۷، آیات ۱۷۵ اور ۱۷۶، سورۃ التوبہ ۹ - آیات ۳۸ اور ۳۹۔

ضربِ کلیم

لا الٰہ الا اللہ : چوتھا شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الانفال ۸ - آیت ۲۸۔ سورۃ الکہف ۱۸ - آیت ۴۶، سورۃ المنٰفقون ۶۳ - آیت ۹، سورۃ العٰدیٰت ۱۰۰ - آیات ۶ اور ۸۔

دوسرا مصرعہ : سورۃ التوبہ ۹ - آیات ۵۵ اور ۶۹، سورۃ یونس ۱۰ - آیت ۳۶، سورۃ الذّٰریٰت ۵۱ - آیات ۱۰ اور ۱۱۔

تقدیر : آخری شعر۔ پہلا مصرعہ : سورۃ الانعام ۶ - آیت ۶، سورۃ الاعراف ۷ - آیت ۴۳، سورۃ الانفال ۸ - آیت ۵۳، سورۃ التوبہ ۹ - آیات ۳۸ اور ۳۹، سورۃ

الرعد ۱۳۔ آیت ۱۱، سورۃ ہود ۱۱۔ آیات ۷، ۱۵ اور ۱۱۷، سورۃ الحجر ۱۵۔ آیات ۴۳ اور ۵۱، سورۃ المومنون ۲۳۔ آیات ۴۲ تا ۴۴۔ سورۃ فاطر ۳۵۔ آیت ۱۶۔

علم اور دین : پہلا شعر: سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۲۵۵، سورۃ الرعد ۱۳۔ آیت ۳۷، سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۸، سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۵۹، سورۃ لقمٰن ۳۱۔ آیت ۳۰، سورۃ فاطر ۳۵۔ آیت ۲۸، سورۃ الزمر ۳۹۔ آیت ۹، سورۃ المجادلۃ ۵۸، آیت ۱۱، سورۃ العلق ۹۶۔ آیات ۵ اور ۶۔

غزل بعد از نظم "ہندی اسلام" : پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ۔ "دلِ مردہ": سورۃ البقرہ ۲۔ آیات ۷، اور ۱۰، سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۱۲۵، سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۴۲، سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۴۶، سورۃ الزمر ۳۹۔ آیت ۲۲۔ "دلِ مردہ": سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۲، سورۃ یٰسین ۳۶۔ آیات ۶۹ اور ۷۰۔

مستی کردار : آخری شعر: سورۃ النساء ۴۔ آیات ۹۵ اور ۹۶، سورۃ العنکبوت ۲۹۔ آیت ۶۔

مدنیتِ اسلام : پہلا شعر: سورۃ آل عمران ۳۔ آیات ۱۹۰ تا ۱۹۵۔

خودی کی تربیت: دوسرا شعر: سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۸، سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ رکوع ۱، سورۃ القصص ۲۸۔ رکوع ۳۔

شاعر: آخری شعر: سورۃ الاعراف ۷۔ رکوع ۱۸۔

محراب گل افغان کے افکار: گیارہواں بند۔ دوسرا شعر: سورۃ النساء ۴۔ آیت ۷۹، سورۃ التوبہ ۹۔ آیت ۵۱، سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۱۰۷، سورۃ التغابن ۶۴۔ آیت ۱۱۔ پہلا شعر۔

چودھواں بند۔ پہلا شعر۔ پہلا مصرعہ: سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۱۶، سورۃ آل عمران ۳۔ آیات ۱۴۶ تا ۱۴۸۔ دوسرا مصرعہ: سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۱۷، سورۃ الفتح ۴۸۔ آیت ۱۰۔

سولہواں بند۔ پہلا شعر: سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۰۳، سورۃ الشوریٰ ۴۲۔ آیت ۱۶۔

مولانا سعید حسرت عظیم آبادی

از جناب حقانی القاسمی، علی گڑھ

صوبہ بہار عہد قدیم سے ممتاز اور مردم خیز خطہ رہا ہے[۱]۔ بودھ مت کے بانی گوتم بدھا اور جین دھرم کے مہاویر نے بھی یہاں اپنی زندگی کے دن گزارے ہیں۔ ان مذاہب کا اثر جنوب مشرقی ایشیا اور مشرق بعید کے ممالک پر بہت گہرا رہا ہے۔ بعض محققین کی رائے میں عباسی دور کا مشہور برمکی خاندان بھی بودھ مت کا پیرو تھا[۲]۔ تعلیمی اعتبار سے دیکھا جائے تو نالندہ کی یونیورسٹی عہد قدیم میں بہت ہی نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتی تھی، شاہان اشوکا اور شیر شاہ کے علاوہ یہ صوفیہ، صلحا، اتقیا اور بزرگانِ دین کی بھی سرزمین رہی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۲ء) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) کے بقول "بلدۂ بہار مجمع علماء ہے"[۳]۔ عالمگیر کے استاد ملا موہن بہاری، شاہ عالم کے استاد مولانا سراج الدین اور علامہ محب اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ) مصنف "سلم العلوم" اسی سرزمین کے لعل و گہر اور عالمگیر شہرت کے حامل تھے، شعر و ادب کی دنیا میں عبدالقادر بیدل کی عظمت مسلم ہے۔ بہار میں عظیم آباد خصوصاً شعر و ادب کا مرکز تھا۔ یہاں کے مشاہیر ادبا، اور علماء میں عبدالقادر بیدل عظیم آبادی (۱۰۵۴ھ۔ ۱۱۳۳ھ)، ملا محمد تحقیق عظیم آبادی (۱۱۰۷ھ۔ ۱۱۶۲ھ)، شیخ غلام یحییٰ حضور (م ۱۲۰۶ھ) ہیبت قلی خاں حسرت (م ۱۲۱۰ھ)، شیخ محمد روشن جوشش (۱۱۵۰ھ۔ ۱۲۱۶ھ)، خواجہ امین الدین امین، مولانا امین اللہ عظیم آبادی

(م ۱۲۳۲ھ)، غلام حسین شورش (م ۱۱۹۳ھ)، نواب سید علی ابراہیم خاں خلیل (م ۱۲۰۸ھ) اور وجیہ الدین عشقی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، مولانا سعید حسرت عظیم آبادی (م ۱۳۰۴ھ) نے عظیم آباد کی علمی مرکزیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

فراہم ست در علم و فضل و عقل و ہنر — بہ رب کعبہ کہ ہست انجمن عظیم آباد

دریں چمن ہمہ سو بلبلان نواسنج — تہی مباد ز اہل سخن عظیم آباد

زمین اوست ز خاک جو حق طلباں — بود بشوق خدا نعرہ زن عظیم آباد

اسی عظیم آباد کے ایک ممتاز خانوادہ سے سعید حسرت عظیم آبادی کا بھی تعلق تھا، ان کے جد امجد شیخ عمر دراز (م ۱۲۲۲ھ) عظیم آباد کے ایک رئیس تھے، ان کے والد ماجد منشی واعظ علی جید عالم تھے، حرمین شریفین کی زیارت ۱۲۶۵ھ میں کی تھی، ۱۲۷۴ھ میں اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

مختصر حالات | مولانا محمد سعید حسرت ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے، والد ماجد کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب جعفر طیار اور ماں کی طرف سے عبداللہ بن عباس تک پہنچتا ہے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، عربی نحو و صرف اور منطق و فلسفہ کی کتابیں اپنے وطن کے بعض علماء سے پڑھیں، مزید علوم کی تحصیل کے لیے تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں کانپور کے لیے رخت سفر باندھا، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی (م ۱۲۸۱ھ) کی خدمت میں حاضری دے کر میر زاہد اور بقیہ درسیات کی تکمیل کی۔ اسی دوران لکھنؤ بھی گئے اور مفتی ظہور اللہ (م ۱۲۵۶ھ) سے تبرک اور تیمن کے طور پر "صدرا" کے چند اسباق لیے، وہاں سے فراغت کے بعد ۱۲۵۵ھ میں اپنے وطن عظیم آباد واپس آکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، ۱۲۹۲ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور سید محمد عطوشی مدنی، سید محمد سنوسی مغربی، شیخ عبدالغنی

دمیاطی اور مولوی یعقوب سے اجازت حدیث لے کر ۲۴ شعبان ۱۲۹۴ھ کو وطن واپس آئے، جس کی تاریخ "بیمن و سعادت معاودت نمود" (۱۲۹۴) سے نکالی ہے۔

مولانا بردبار اور متواضع انسان تھے، سخی اور مہمان نواز تھے، مدۃ العمر درس و تدریس اور خدمت علم میں مشغول رہے، انھوں نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا جو "مدرسہ سعیدیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کے ذاتی کتب خانہ میں بیروت و مصر کی مطبوعہ کتابیں تھیں۔ ۷۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے اور اپنے تعمیر کردہ مدرسہ کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ "رضی اللہ ربہ بود" (۱۳۰۴ھ) قطعۂ تاریخ وفات ہے۔

مولانا کی زندگی اچھے حال میں گزری، لیکن ایک دفعہ وہ ایک عجیب پریشانی میں پڑ گئے تھے، وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ اس کے سوراخ میں پیر چلا گیا اور بڑی کوشش کے بعد جب نکلا تو بائیں پاؤں کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ کر دو حصوں میں ہو گئی، اس کی وجہ سے اس سفر میں بہت تکدر اور عجیب ذہنی کوفت اور جسمانی اذیت میں مبتلا رہے، خیر خدا خدا کر کے ایک ماہ میں ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی اور وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

شاعری | مولانا اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے، لیکن اردو شاعری کی جانب ان کی توجہ کم رہی، چند شعر نمونتاً پیش کیے جاتے ہیں:

زخم دل پہ مرے ہنس ہنس کے چھڑکتے ہو نمک — یہ مرا عشق کا حاصل نہ ہوا تھا سو ہوا

پوچھ مت ہجراں نے مرے کیا کیا — اے میری جان نیم جاں ہوں کیا کہوں

تو مجھ کو اپنی عین عنایت سے مت گرا — ہر چند چشم خلق کا اشک چکیدہ ہوں

نگہ سے تیری کیوں جاتی ہیں جانیں — اگر آنکھوں میں تیرے سم نہیں ہے

نہیں وہ دل نہ ہو جس میں غم عشق — نہیں ہے وہ چشم جو پُر نم نہیں ہے

عربی زبان وادب سے ان کو گہری دلچسپی تھی۔ اس میں انھوں نے شعر بھی کہے ہیں اور بہت سے تاریخی قطعات بھی لکھے ہیں۔ ایک قصیدہ ملاحظہ ہو:

بُلیت بامرد حسن ملیح   فیا اسفا علی قلبی الجریح
بسیف اللحظ یقتلنی ویحیی   باذن اللہ من قول نصیح
ففی عینیہ سحر ای سحر   وفی شفتیہ اعجاز المسیح
وانکر حبہ ویقوم دمعی   یعارضنی بتکذیب صریح
فان کان الھوی شیئاً قبیحا   فکتم الحب اقبح من قبیح
اذا مامت فی شوق وتوق   فزر یا مہجتی یوما ضریحی
من الرحمٰن للرحماء رحم   کما قد جاء فی الخبر الصحیح

انھوں نے عربی میں ایک طویل قصیدہ کہا ہے جس کے چند شعر پیش ہیں:

قل لنا ما لطرفک الفتیک   کل لحظ یقتلنا یفتیک
ان قتل المحب عمداً وانا   نضلال فربنا یھدیک
یا منی القلب لا اجابۃ لی   غیر ان الفؤاد یطمع فیک
اضحک اللہ فاک من طرب   لا تبالی ھموم مشتاق فیک
فی الھوی طال ما بکیت دما   انت ما قلت قط ما یبلیک
قطع الھجر والنوی کبدی   صل محبا برحمہ یفدیک
صادنی شادن وفی قلبی   حبہ ساکن بغیر شریک
نقطۃ الخال فوق بسمتہ   کسواد یزین عین الدیک
ارفی بانۃ کقامتہ   ان تکن یا حمام فی وادیک

یا القد کانہ غصن   من نسیم الصبا لہ تحریک
جلوبعد البعاد معتذرا   قال یا مستہام ما یرضیک
قال لقیاک نور ناظری   وعناق وقبلۃ فی فیک
قال قم واعتنق وخذ یا من   کان رقا لنا نصار ملیک
قال قمت عانقتہ اقبلہ   قال ذرنی فقلت لا وابیک
قال لی یا مقل لا تکثر   اوما کان واحد یکفیک

چند قطعات کے نمونے دیکھئے:

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی (م ۱۲۷۸ھ) کی تاریخ رحلت کا درج ذیل قطعہ کہا ہے۔

قد توفی الالہ فضل الحق   عالما جیدا بلا ریب
ان نفاہ الولاۃ من بلدہ   بجفاء فلیس من عیب
ان تاریخہ لادرکہ   فضل حق ھواتف الغیب
۱۲۷۸ھ

(۲) مولانا حسن علی ہاشمی لکھنوی کا قطعہ تاریخ رحلت بھی کہا ہے۔

شیخنا المستند العلامۃ   من خطایا عصم اللہ الشیخ
رمت فی رحلتہ تاریخا   قال قلبی رحم اللہ الشیخ
۱۲۵۵ھ

دوسرے مشاہیر ادبا و علما کے قطعات تاریخ رحلت بھی لکھے ہیں۔

بنیادی طور پر وہ فارسی کے شاعر تھے۔ اس زبان میں انھوں نے حافظ کے رنگ میں بہت سی غزلیں کہی ہیں۔ وزیر علی عبرتی مصنف "ریاض الافکار" و "معراج الخیال" نے نثر و نظم دونوں میں ان کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ دوسرے اصحاب علم وادب بھی فارسی شعر وادب میں ان کی مہارت کے قائل رہے ہیں، ذیل میں ان کی فارسی شاعری

کا نمونہ پیش ہے :

یک جام شراب آسان تو ما نی کرد مشکلہا — الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

ماہ کجا آں رخ زیبا کجا — ہست تفاوت بمیان تا کجا

از شوق لبت در تب و تابست دل ما — بر آتش لعل تو کبابست دل ما

ہم ساقی و ہم ساغر و ہم بادہ و ہم مست — از شیوۂ چشم تو خرابست دل ما

از اشک گرم سوخت تنم سر بسر چو شمع — گلہائے داغ دیدہ ترمی دہد مرا

قسمت نگر کہ شانہ بزلف تو جا گرفت — بخت خاک کہ بوسہ آں دست و پا گرفت

یک بوسہ از لبش بدو عالم گرفتہ ایم — ما عاشقیم و نیست کسی را بجا گرفت

تا خنجر نگاہ تو شد آشنائے دل — جز التفات تو نبود مدعائے دل

دیدم بآب دیدۂ خود پارہای دل — ایں است سرگزشت من و ماجرائے دل

زلف سیاہ بر رخ چوں ماہ آں صنم — دام بلاست بارالہا برائے دل

ابرو کمان چشم سیاہی کہ آہ از و — زد بر دلم خدنگ نگاہے کہ آہ از و

دل گرم زلیخایم ز عشق یوسفی داغم — دماغ پیر کنعانم ز بوی پیرہن ہستم

تجلی دیدہ یارم چو کوہ طور در رقصم — سر شوریدہ منصورم از دار و رسن ہستم[۱۳]

مولانا حسرت عظیم آبادی کا یہ بھی کمال ہے کہ ایک ہی شعر میں عربی اور فارسی مصرعے جمع کر دیتے ہیں، اس سے انکی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً :

أطیق صبرا علی البلایا و منک لا استطیع صبرا — ہر آنچہ خواہی بکن و لیکن جدا از خویشم مکن خدارا

ز خلق راز تر انہفتم حدیث جورت بکس نہ گفتم — قتلت نفسی بغیر حق و لیس منی علیک دعوی

شربت من حبک ملأما فزال عقلی و زاد عشقی — منم ز قید دو کون فارغ سرے ندارم بدین و دنیا

بے جام و بے صراحی یا ایہا السکاری — انی سقیت خمرا من عینہا مرارا

موئے سفید قدرم در عاشقان بیفزود — شیب المراسی قد زادنی وقارا

از عاشقان ہجراں صبرے بتاں چہ امکاں — من یستطیع منا فی ہجرکم قرارا

تا سرمہ سا نمودی چشمان خواب آلود — لا نوم فی جفونی لیلا ولا نہارا

حضور دوست چوں حافظ مبین در سوی حسرت — متی ما تلق من تہوی الدنیا و اہملہا

اے لب لعل تو شفائے علیل — ہل لنا منک رخصۃ التقبیل

گر جفا بینیم از تو بدن برم — کل شئی من الجمیل جمیل

پارہ کردی دلم بہ تیغ و ہنوز — کل جن و الیک منہ یمیل[۱۴]

تصنیفات مولانا کثیر التصانیف تھے مگر صرف ایک دو کتابیں ہی منظر عام پر آسکیں اہم مصنفات میں درج ذیل کتب ہیں (۱) قسطاس البلاغۃ (۲) "تحفۃ الاخوان" در مناظرہ بصاحبان صادق پور در منع بسملہ بجہر (۳) زاد الفقیر فی الحج متوکلا علی اللطیف الخبیر (۴) شمام العطر فی احکام عید الفطر (۵) الحلاوۃ العلیہ فی الرد علی من احدث من الحلو والرطب موجبہ کلیہ (۶) حاشیہ بر شرح جامی (۷) شرح میزان المنطق بزبان فارسی (۸) حواشی بر حاشیہ غلام یحییٰ بر میر زاہد[۱۵]

ان تمام کتابوں میں سے صرف "قسطاس البلاغۃ" ہی دستیاب ہے، یہ کتاب ۱۲۹۹ ہجری میں احسن المطابع عظیم آباد سے شایع ہوئی ہے۔ ۴۵۱ + ۹ = ۴۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، حصہ اول میں ردیف کے اعتبار سے فارسی کی غزلیں اور رباعیات ہیں۔ حصہ دوم میں قطعات و رباعیات سنین کی ترتیب سے ہیں، یہ حصہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں بہت سے مشاہیر اور اساطین علم و ادب کی رحلت کے تاریخی قطعات .

بھی درج ہیں، ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے خدا بخش لائبریری پٹنہ سے اس حصہ کو الگ کر کے کتابی شکل میں شایع کر دیا ہے، حصہ سوم میں عربی اور فارسی کی نثری تحریریں ہیں، عربی میں مولانا عبدالرحمن جامی اور ان کے تلمیذ رشید مولانا عبدالغفور لاری کے سوانح و حالات درج ہیں، اس کے علاوہ بعض اساتذہ ادب کے نام مولانا کے عربی مکاتیب بھی ہیں جن میں مولوی محمد فاضل، مولوی سعداللہ لکھنوی، یوسف بن احمد بن معیقنہ، شیخ محمد عطوشی، شیخ محمد درویش، مولوی عبدالکریم کے نام قابل ذکر ہیں، فارسی میں بھی ممتاز علماء و ادبا کے نام خطوط لکھے ہیں، ان میں سے مولوی انور علی یاس، مولوی امان علی، مولوی غلام امام شہید، مولوی سعداللہ، مولوی سید عبداللہ بلگرامی، نواب امیر علی خاں بہادر، مولوی محی الدین، خلف الرشید مولوی حکیم الدین خاں، مولوی محمد نعیم فاضل لکھنوی، مولوی محمد شاہ مغفور، میر محبوب شیر مرحوم، مولوی محمد شاہ، خواجہ عزیز الدین کشمیری، مولوی سید امداد علی خاں، مولوی فخرالدین لکھنوی فرنگی محلی کے نام لائق ذکر ہیں، ان مکاتیب سے مولانا کی شخصیت کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں اور ان سے انکی علم دوستی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

معاصرین کا اعتراف کمال

مولانا کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف ان کے معاصرین نے بھی کیا ہے، چند حضرات کے نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ مولانا حکیم عبدالحمید پریشان[۱۶] بن مولانا احمد اللہ صادق پوری (۱۲۴۵ھ - ۱۳۲۳ھ) ایک متبحر عالم تھے، ان کو عربی زبان و ادب میں بڑی مہارت و قدرت تھی، حضرت سید احمد کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا تھا جو بہت مقبول ہوا، حکیم صاحب کلیم الدین احمد کے والد ڈاکٹر عظیم الدین احمد کے نانا تھے، انہوں نے قسطاس البلاغہ پر ایک طویل عربی تقریظ لکھی تھی۔ جس میں مولانا سعید حسرت عظیم آبادی کی بڑی مدح و ستائش

کی ہے[۱۷]

۲۔ مولوی محمد ظہیر احسن شوق نیموی صاحب آثار السنن (م ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) ایک یکتائے روزگار عالم، مشہور ادیب اور مولانا سعید کے شاگرد رشید تھے، یہ مولانا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جناب حسرت ذی جاہ و تمکین — نظام کشور علم و فضیلت
رئیس شہر علم و زہد و تقوی — شہ اقلیم عرفان و طریقت
سخن را فخر شد از نسبت او — نمک پروردہ اش حسن بلاغت
عظیم آباد را ناز از وجودش — غلط کردم ہمہ شہر و ولایت[۱۸]

۳۔ مولوی محمد فصیح اللہ ذکا لکھنوی فرنگی محلی تلمیذ میر وزیر علی صبا نے مولانا کی فنی بلندی کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے:-

حضرت حسرت کہ در شعر و سخن — ہست با عرفی و صائب ہم قدم
مدح ذات پاک آں قدسی صفات — گر تمام عمر سازم ہست کم
فاضل یکتا جناب حسرت شیریں سخن — مقتدای سالکان و پیشوای عارفاں
سکۂ استادیش رائج میان ہر دیار — ہست زیبا گر بگویم پادشاہ شاعراں[۱۹]

۴۔ مولوی محمد عبدالحق جنون خلف الرشید مولوی واعظ الحق نے مولانا کے کلام کی شیرینی و سلاست کا اعتراف کرتے ہوئے کہا ہے:-

جناب حسرت ما مد ظلہ — بجان پروانہ شمع رسالت
ندیدش کس ندید از چشم انصاف — نہ در علم و نہ در فہم و فراست
کلامش جملہ پاک و شستہ و صاف — چو آب نہر جنت در لطافت[۲۰]

ان کے علاوہ کئی اور اصحابِ علم و کمال نے مولانا کی علمی و ادبی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

حواشی

۱؎ صوبہ بہار کی تاریخی، ادبی اور علمی اہمیت کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور کچھ مجلات نے خصوصی شمارے بھی شایع کیے ہیں ۲؎ علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) : عرب و ہند کے تعلقات (اعظم گڈھ، ۱۹۷۹ء) ص ۱۱۱-۱۲۳ ۳؎ عربی، فارسی اور علوم اسلامیہ میں بہار کا حصہ (مرتبہ سید اطہر شیر ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ بہار ۱۹۸۳ء) ص ۱۰۸ ۴؎ ان فخر روزگار لوگوں کے حالات کے لیے قدیم و جدید تذکرے ملاحظہ ہوں ۵؎ سعید حسرت عظیم آبادی: قسطاس البلاغۃ (احسن المطابع عظیم آباد، ۱۲۹۹ھ) ص ۸۱-۸۲ ۶؎ دیکھیے عبدالحئی الحسنی: نزہۃ الخواطر: (دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۷۰ء) ص ۴۳۰-۴۳۱ جلد ۸، لالہ سری رام: خمخانۂ جاوید: (دہلی ۱۹۱۱ء) جلد دوم ص ۴۲۵-۴۲۶ ۷؎ قسطاس البلاغہ صفحات ۳۰۶-۳۱۱ ۸؎ ایضاً ص ۶۳-۶۴ ۹؎ ایضاً ص ۱۰۰-۱۰۱ ۱۰؎ ایضاً ص ۲۱۰ ۱۱؎ ایضاً ص ۱۷۰ ۱۲؎ ایضاً ص ۲۶-۱۲۲ ۱۳؎ ایضاً ص ۲۷، ۳۰، ۳۶، ۱۰۳ ۱۴؎ حکیم احمد اللہ ندوی: مسلم شعرائے بہار، ص ۲۳۶ عبدالحئی الحسنی: نزہۃ الخواطر: جلد ۸ ص ۴۳۰-۴۳۱ ۱۵؎ عظیم الدین احمد حیات اور کارنامے (بہار اردو اکادمی، پٹنہ، ۱۹۸۸ء) ص ۲۹-۳۰ ۱۶؎ قسطاس البلاغہ: ص ۴۳۶-۴۳۷ ۱۷؎ ایضاً ص ۴۳۳ ۱۸؎ ایضاً ص ۴۳۱ ۱۹؎ ایضاً ص ۴۲۸-۴۲۹۔

مرغوب دل

اردو کا ایک نو دریافت غیر مطبوعہ نسخہ

از ڈاکٹر امام مرتضیٰ نقوی

مرغوب دل کا ایک نایاب اور غیر مطبوعہ نسخہ نوادر فروش جناب توفیق احمد قادری چشتی امروہوی پروپرائٹر نیشنل بک ڈپو امروہہ کو دستیاب ہوا ہے، ان کی مہربانی سے راقم کو اس کے مطالعہ کا موقع ملا جس کے لیے ان کا شکر گذار ہوں، سطور ذیل میں ان کا تعارف مقصود ہے۔

مخطوطہ کے مصنف اس غیر مطبوعہ نسخہ کے مصنف کا نام سید محمد علی موسوی صفوی شاہجہاں آبادی عرف نواب دولہا ہے، وہ اپنے سنہ پیدائش کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں:

"اس ننگ، سید محمد علی موسوی صفوی شاہجہاں آبادی عرف نواب دولہ اعلاہ اللہ مطالبہ المسئولہ پیدائش شنبہ انتیسویں شعبان سنہ بارہ سو بائیس ہجری مطابق سنہ احد جلوسی اکبر شاہ بادشاہ (۱۸۰۷ء) دہلی کی ہے۔"

محمد علی دہلی کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ میں بھی کافی عرصے تک رہے۔ پھر شمس آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"راقم آثم سید محمد علی شاہجہاں آبادی عرف نواب دولہ بھی پہلے سبب انقلاب نصیری (نصیر الدین حیدر) کے سنہ بارہ سو اکاون ہجری میں لکھنؤ سے آکر

چند دن رہکر جاکر پھر بارہ سو چون ہجری میں مع احمال و اثقال و عیال آکر اس
سال تالیف تک یہیں رہتا ہے اور بعلاقہ مال گزاری و تجارت مکانات بھی بنوائے
ہیں۔ اللہ انجام بخیر کرے چہاردہ معصومین کے صدقے سے۔"

عبدالغفور نساخ نے اپنے تذکرے 'سخن شعرا' میں صفحہ ۵۵ پر ان کو شمس آباد
کا لکھا ہے:

"انور تخلص۔ سید محمد علی خاں عرف نواب دولہا۔ شمس آباد"۔

نسخہ کی حالت | اس مخطوطہ کی لمبائی ۱ فٹ اور چوڑائی ۷ انچ ہے۔ ہر صفحے پر سنہری
سطریں ہیں۔ کاغذ برٹش گورنمنٹ کا مہر شدہ ہے۔ کتاب کے شروع میں فہرست ۶۴
صفحات کی ہے۔ کتاب کا مواد ۱۸۹۴ صفحات پر تحریر کیا گیا ہے۔ آخر کے صفحات ۱۶ ہیں۔
کل کتاب ۱۹۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ تحریر خط نستعلیق میں ہے۔ کہیں کہیں خط شکست
بھی ہے۔ متن سیاہ روشنائی میں تحریر کیا گیا ہے۔ سرخیاں شنگرفی ہیں کاغذ اور چمڑے
کی جلد بہت کہنہ ہو چکی ہے۔

۷ جولائی ۱۸۶۶ء کو یہ نسخہ بعد تصحیح مکمل ہوا ہے۔ اس طرح دسمبر ۱۹۹۳ء میں
اس کو ۱۲۷ سال ہو چکے ہیں۔ کتاب کے سبب تصنیف کے بارے میں مصنف
رقمطراز ہیں:

"بعد شکر و درود اصل مقصود یہ ہے کہ ان دنوں اس ننگ آباد سید محمد علی
عرف نواب دولہ کو یہ خیال آیا کہ دنیا سراپا خواب اور ہستی مانند حباب ہے
پس احباب کے لیے چند باتیں ایسی جمع کرلی جائیں کہ ان کے اکثر کام آئیں۔
لہٰذا یہ رسالہ مسمی بہ مرغوب دل سات فصلوں اور ایک اختتام پر مشتمل ہے

تحریر کیا ہے کہ اس نام سے تاریخ تالیف نکلتی ہے مگر دل کی دال کو کم کرنا چاہیے تا
دال ہو، ہماری شکستگیٔ دل پر اور امید جناب الٰہی سے یہ ہے کہ اسے قبولیت بخشے۔"

موضوع اور نسخوں کے اجزا | یہ ضخیم کتاب کسی ایک موضوع پر نہیں لکھی گئی بلکہ یہ ایک کشکول ہے
جو سات فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: اس میں ان کتابوں کی فہرست درج ہے جن کا حوالہ 'مرغوب دل'
میں آیا ہے مثلاً سیر ہفت اقلیم۔ تاریخ بدایونی۔ سیر المتاخرین۔ تاریخ سکندری۔ مآثر
الامرا۔ جلاء العیون۔ رقعات عالمگیری۔ گلستاں۔ بوستاں۔ انشائے دلکشا۔ تذکرۂ
سرخوش۔ تذکرۂ ریاض الشعرا۔ تذکرۂ سراپا سخن۔ دیوان مرتضوی۔ کلیات انشا۔
دیوان درد۔ دیوان آتش۔ دیوان ناسخ۔ مثنوی مولانا روم۔ کلیات جعفر زٹلی۔ کلیات
نواب یوسف علی خاں وغیرہ۔ کل ۱۳۲ کتابوں کی فہرست مندرج ہے۔

دوسری فصل: تمہید کے بعد پیدائش عالم کے احوال انبیاء و اولیا کے
علاوہ بادشاہوں اور رئیسوں کے حالات ہیں۔ انبیاء کے بعد ائمہ اثنا عشر کے
حالات بھی لکھے ہیں، اسی ضمن میں واقعات کربلا کو بہت تفصیل سے پیش کیا گیا ہے اور
امیرالمومنین حضرت علیؓ کے بارے میں اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"حضرت علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد المناف علیہ السلام
مشہور بہ مرتضیٰ علی و شیر خدا و جناب امیر و مشکل کشا و حیدر کرار و شاہ مرداں و
شاہ ولایت۔ یہ چچیرے بھائی اور ہم قوم و داماد و مددگار و وصی و خلیفہ بلافصل
ظاہری و باطنی حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰؐ کے اور پہلے امام شیعوں کے تھے اور آج
تک ان کی صفتیں مانند بدر و انعقاد معجزہ و قدرت و سخاوت و شجاعت و علم و

علم وعدل وہدایت کی سارے جہاں میں معروف دعیاں ہیں؛"

اسی فصل میں بادشاہوں اور رئیسوں کے ذکر میں ملوک بہمن۔ ملوک غرب ملوک گلبرگہ دکن۔ نظام شاہیہ ملوک احمدنگر دکن۔ قطب شاہیہ ملوک تلنگانہ دکن وگولکنڈہ دکن۔ عادشاہیہ بیجاپور وگلبرگہ دکن۔ ذکر سلاطین گجرات بسلسلۂ غوریہ۔ سلسلۂ غلجیہ۔ ذکر ملوک سیستان یعنی ملک نیم روز۔ ذکر بادشاہان دہلی۔ سلاطین لودی پٹھان بسلسلۂ تیموریہ۔ ذکر روسائی رامپور قوم پٹھان۔ بسلسلۂ پیشوا۔ سلسلۂ راجپوت۔ حکام وسلاطین لکھنؤ مضاف صوبۂ اودھ۔ ذکر ریاست سادات بارہہ۔ ذکر ریاست بندیل کھنڈ۔ ذکر حکومت راجگان بنارس۔ خاندان مغل وتاتار۔ ذکر سلاطین فرنگ۔ ذکر سلاطین ملک فرانس کہ نام قدیم اس کا گال ہے۔ ذکر راجگان ہندوستان۔ ذکر حکام سلاطین شام دمشق۔ ذکر سلاطین کشمیر۔ ذکر سلاطین ایران وغیرہ تحریر ہے۔

ذکر سلاطین فرنگ میں ملکہ وکٹوریہ کے حال میں ان کے انتظام سلطنت کو بہت سراہا ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں انگریزوں کے اقتدار وتسلط کا تھا۔ مصنف نے حاکم وقت کو اس طرح دعاؤں سے نوازا ہے۔

"الغرض آج مالک الملک حقیقی نے ان کو شہنشاہ وقت کیا ہے۔ جس گدا کو چاہیں بادشاہ اور جس بادشاہ کو چاہیں گدا کر دیں۔ پروردگار انکو صدہا سال باحشمت واقبال کامران اور رعایا پر مہربان رکھے؟"

اس دور میں ہندوستان کے باشندوں کے لیے انگریزوں کے ذریعہ جو سہولتیں فراہم ہوئیں ان کا تذکرہ مصنف نے حاشیہ میں کیا ہے؛ مثلاً

"تقویم بالگو بند سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجشنبہ یکم فروری ۱۸۵۵ء کو دفتر تار برقی ہندوستان میں مقرر ہوا؛"

"تقویم بالگو بند میں ہے کہ شنبہ دوسری جون ۱۸۰۰ء کو چیچک کا ٹیکہ لگانے کی دوا اور ترکیب دریافت ہوئی؛"

تیسری فصل: تیسری فصل میں حکماء و علماء و فضلاء و امراء و فقراء و اہلِ انشا و شعرا کا تذکرہ ہے جس کو حروف تہجی کے اعتبار سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ۳۹۲ اشخاص کا ذکر ان کے مسلک شیعہ یا سنی کی صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ فصل اس لیے اہم ہے کہ مصنف نے اپنے بعض معاصرین کا ذکر کیا ہے، چند اسمائے گرامی یہ ہیں:

افلاطون۔ ارسطالیس۔ اویس قرنی۔ ابوایوب انصاری۔ ابوذر۔ ابوجعفر صدوق۔ امام محمد غزالی۔ آقا محمد باقر اصفہانی۔ انشاء اللہ خاں انشا۔ آتش۔ انیس۔ دلگیر۔ ضمیر۔ خلیق۔ دبیر۔ ذوق۔ سید مرتضیٰ، مجتہد۔ سید رضی۔ سودا۔ سوز۔ فصیح۔ ملا باقر مجلسی۔ مولوی سید محمد۔ مصحفی۔ غالب۔ مجنوں۔ مومن۔ مولوی دلدار علی۔ حسن بصری۔ ملاحسین واعظ کاشفی۔ راجہ ٹوڈرمل۔ کبیر داس۔ گرو نانک۔ نعمت خاں عالی۔ شیخ علی حزیں۔ مولانا عبدالعلی۔ شاہ ولی اللہ۔ میر علی تبریزی۔ مولانا سلطان علی۔ شیخ مفید وغیرہ۔

ناموں کے نیچے مخصوص صفات یعنی عالم۔ صوفی۔ شاعر۔ خوشنویس وغیرہ بھی لکھا ہے۔

جن اشخاص کے بارے میں مصنف نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں سے چند کا حال ملاحظہ ہو۔

مولوی دلدار علی اعلی اللہ مقامہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"مغفور نقوی نصیرآبادی لکھنوی۔ مجتہد شیعہ۔ تعریف ان کے علم وکمال کے

امکان سے باہر ہے اور کم سے کم یہ ہے کہ سارے لکھنؤ بلکہ ہندوستان میں ان ہی کا احسان ہے کہ ہر ایک اپنے مذہبِ حق سے آگاہ ہوا اور جمعہ و جماعت کا جابجا چرچا پھیلا۔ حسن رضا خاں نے واسطے ترویج دین کے ایک مجلس آراستہ کی اور حکم آقا کو لوگوں نے منبر پر پڑھا اور جمعہ و جماعت نے اس روز سے ان حدود میں رونق پکڑی ہی۔"

اپنے استاد مولوی سید حسین صاحب کے بارے میں نذرانۂ عقیدت اس طرح پیش کرتے ہیں :

"مولوی سید حسین صاحب عرف میرن صاحب قبلہ مخاطب بسید العلماء یہ بھائی جناب مجتہد سید محمد صاحب قبلہ دامت برکاتہم کے اور استاد مخدوم راقم الحروف کے تھے کہ اپنی زندگی میں اجتہاد کرتے رہے اور علم و حلم و زہد و اتقاو خلق و فہم و حافظہ و مروت و انتظام اور معیشت میں سارے خاندان بلکہ اہل جہان پر ترجیح رکھتے تھے اور بے شک اگر میرے مذہب میں پیری مریدی ہوتی تو میں انہیں کا مرید ہوتا۔ انکا انتقال لکھنؤ شب یکشنبہ ہجدم صفر سنہ بارہ سو تہتر ہجری میں ہوا۔"

غالب کا تذکرہ اس طرح کیا ہے :

"مرزا نوشہ۔ مرزا اسد اللہ خاں نام۔ شاہجہاں آبادی کہ پہلے ان کا اسد تخلص تھا اور اب غالب ہیں۔ بن عبداللہ بیگ خاں۔ قوم ترک۔ نسل افراسیاب۔ پیدائش اکبرآباد۔ باشندۂ دہلی۔ شیعہ و نازک خیال۔ پختہ رنگ و ریش دراز و دراز قد و آزاد وضع و درویش طبع۔ دے نوش و تیز ہوش۔ آج ہمارے زمانے میں نظم و نثر فارسی و ہندی میں بے مثل ہیں۔"

فارسی کلام کی کچھ مثالیں دے کر اردو کی یہ مشہور غزل لکھی ہے جس کا مطلع ہے

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پاؤں ۔۔۔ رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں

آخر میں لکھتے ہیں :

"ان کی تصنیفات سے ہے دیوان فارسی و ہندی اور کتاب پنج آہنگ اور مثنوی غزوات جناب سرور کائنات اور مہر نیم روز وغیرہ۔"

مومن غالب کے ہم عصر تھے اور اپنے دور کے بلند پایہ مشہور شاعر تھے۔ لیکن مصنف نے ان کا تذکرہ اس قدر اختصار سے کیا ہے کہ صرف ایک جملہ لکھکر چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے اس کا کوئی سبب ہو۔ وہ لکھتے ہیں :

"حکیم محمد مومن خاں نام۔ شاعر مشہور شاہجہاں آباد کہتا ہے :

چل پری ہٹ نہ مجھ کو منہ دکھلا ۔۔۔ اے شب ہجر تیرا کالا منھ

جب کہا یار کو دکھا صورت ۔۔۔ ہنس کے بولا کہ دیکھ اپنا منھ

ان کا دیوان فارسی و دیوان ریختہ اور کئی مثنویاں قصۂ غم و شکایتِ ستم و قول غمیں و تف آتشیں یادگار ہیں"۔

چوتھی فصل : اقسام نظم یعنی کلام باوزن اور قافیہ میں ہے۔ اس میں متفرق عنوانات ہیں۔ ہر عنوان کی تعریف لکھی گئی ہے اور اس کے تحت فارسی و اردو اشعار اسکی تائید میں پیش کیے گئے ہیں۔ عنوانات حسب ذیل ہیں :

توحید و تحمید۔ ذکر الٰہی۔ نعت۔ مناجات۔ عبادت۔ شکریہ۔ عذر تقصیر۔ اعتراف گناہ۔ توبہ۔ تعریف سادات۔ تعریف خاک کربلا۔ مرثیہ۔ سلام و نوحہ و رباعی۔ مذہب۔ اعتقاد۔ تسلیم و رضا۔ توکل۔ تقدیر۔ تصوف۔ گوشہ نشینی۔ عزت۔ خوشامد

دعائیہ ۔ صلح ۔ جنگ ۔ شجاعت ۔ ہمت ۔ عصمت ۔ سخاوت ۔ اقبال ۔ سعادتمندی ۔ استقلال ۔ تواضع ۔ سخن سازی ۔ تلون مزاجی ۔ حسرت امید ۔ ناامیدی ۔ شہرت ۔ انتظار ۔ شکایت زمانہ ۔ ملاقات ۔ حسرت ۔ دیدار ۔ نزاکت ۔ معشوق ۔ ضعف باہ ۔ مرگ ۔ ریختی یعنی زنانی بولی ۔ اشعار مہمل ۔ تاریخ ۔ معما ۔ پہیلی ۔ مکرنی ۔ کٹر کہ ۔ سہرہ ۔ ہجو ۔ صنائع شعر وغیرہ ۔

اکثر اشعار فارسی کے نقل پر ہی اکتفا کی ہے اور تعریف نہیں لکھی مثلاً عدل کے تحت سعدی کا یہ شعر لکھا ہے ؎

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نہ ماند

ہر عنوان پر فارسی کے مختلف شعرا کے کئی کئی اشعار درج ہیں ۔ عربی کے شعر اور رباعیاں بھی لکھی ہیں ۔ دیوان مرتضوی کے اشعار بھی جگہ جگہ نقل کیے گئے ہیں ۔ زلف کے بارے میں منجملہ دیگر شاعروں کے میر تقی میر کا یہ شعر نقل کیا ہے ؎

زلف سیاہ کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں اندھیری رات ہے برسات کی جگنو چمکتے ہیں

مکرنی کی تعریف اس طرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
بات کہکر مکر جانے کا مضمون بوزن خاص ہوتا ہے ۔ مکرنی چراغ کی ۔ جناب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی فرمائی

بارا تو سب کو بھایا
بڑھ گیا تو کام نہ آیا
اجیالا اور سب سے سار و پاگ
اے سکھی ساجن نہیں سکھی چراگ

یہ فصل ۳۹۳ سرخیوں پر مشتمل ہے ۔

پانچویں فصل نثر : یعنی اس کلام میں کہ جس میں وزن و قافیہ اکٹھے نہ ہوں ۔

خواہ اردو ہو جسے ریختہ بھی کہتے ہیں ، خواہ عربی و فارسی وغیرہ ۔ اسکی ستائیس قسمیں لکھی ہیں اور اس کے نمونے پیش کیے ہیں ۔ اس میں ایک عنوان فقرات و عبارات ہے جس میں طرز عالمگیر ۔ طرز ملا کاظمی ۔ طرز غالب شاہجہاں آبادی ۔ طرز یحییٰ خرائطی کے نمونے دیے گئے ہیں ۔ ایک عنوان "تاریخ وفات" پر ہے جس میں مختلف اشخاص کی تاریخ وفات نکالی گئی ہے ۔ ایک عنوان صنائع نثر کا قائم کیا گیا ہے جس میں منجملہ دیگر صنائع کے رقعہ کی شکل میں صنعت منقوطہ اور غیر منقوطہ تحریر کیے گئے ہیں ۔ ایک رقعہ میں نقطے محض حروف کے اوپر آئے ہیں ۔

" مخدوم دوستاں سلامت ۔ نوازش نامہ حضرت کا نازل ہوا ۔ تحفۂ اثنا عشر موافق ارشاد ملازمان ارسال کرتا ہوں اور سکندر نامہ خوشخط ملا اگر ملتا تو ضرور روانہ کرتا ۔ تھوڑا سا عطر حنا اگر ممکن ہو تو مرحمت ہو "

ایک سرخی اقوال و نصائح پر مبنی ہے ۔ ایک ترکیب نحو پر ہے ۔ ایک فارسی اور اردو کی ضرب الامثال اور کہاوتوں پر ہے ۔ ایک تحریرات معاملات پر ہے جس میں امانت نامہ ۔ اشتہار ۔ اجازت نامہ ۔ اجازہ ۔ اخبار ۔ انکار نامہ ۔ دستاویز ۔ رہن نامہ نکاح نامہ ۔ طلاق نامہ ۔ سمن ۔ وکالت نامہ ۔ وثیقہ ۔ کرایہ نامہ حویلی ۔ کاغذ حویلی وغیرہ کے نمونے پیش کیے گئے ہیں ۔ ایک عنوان نامہ و خطوط متفرق و عبارات و تحریرات سے متعلق ہے جس میں چار مکتوب ہیں ۔ ایک رسول اللہ ؐ کا خط جو خسرو پرویز بادشاہ عجم کو لکھا تھا ۔ ایک رقعہ جعفر برمکی ۔ ایک رقعہ امیر علی شیر اور ایک مکتوب بو علی شاہ قلندر کا شامل ہے ۔ اس کے علاوہ تقریر مرزا غفر غینی ۔ خط مضحک ۔ مرزا جعفر زٹلی اور حکایات و لطائف مضحکہ تحریر کیے گئے ہیں ۔ حکایات و لطائف کی تعداد ۴۶۹ ہے ۔

چھٹی فصل : اس میں مصنف نے اقالیم کا ذکر کیا ہے اور سات اقالیم کو سات ستاروں سے منسوب کیا ہے جیسے اقلیم اول منسوب بہ زحل۔ اقلیم دوم منسوب بہ مشتری۔ اقلیم سوم منسوب بہ مریخ۔ اقلیم چہارم منسوب بہ آفتاب۔ اقلیم پنجم منسوب بہ زہرہ۔ اقلیم ششم منسوب بہ عطارد۔ اقلیم ہفتم منسوب بہ قمر۔ اس کے بعد زمین کو "بطور انگریزی" کے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اشیہ (ایشیا) یوروپ۔ افریقہ۔ اسطرل (آسٹریلیا) امریکہ۔ پولیشیا۔ اس میں ایک عنوان فوائد اقلیم مطابق تقسیم قدیم اور موافق تقسیم انگریزی کے تحریر کیا ہے۔ اس میں جغرافیائی لحاظ سے ہر ملک کا حدود اربعہ پیش کیا گیا ہے اور وہاں کے عجائبات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ان ممالک کے شہروں اور وہاں کی صنعتوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ کہیں کہیں اس شہر کے لوگوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، مثلاً لکھنؤ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ پہلے گاؤں تھا پھر نواب آصف الدولہ مغفور نے دارالامارہ کیا۔ پھر نواب غازی الدین مرحوم وغیرہ نے دارالسلطنت و بیت السلطنت بنایا۔ چنانچہ اب تک بڑا شہر ہے شیعوں کا۔ کہ جس میں جہاں کی چیزیں اور سب شہروں کے لوگ موجود ہیں اور از بسکہ عدد لکھنؤ کے بغیر ہمزہ ایک سو گیارہ مطابق عدد کوفے کے ہیں۔ اکثر لوگ یہاں کے بے وفا ہوتے ہیں اور یہاں کا گوٹہ وغیرہ گٹیلا جوتا۔ زردوزی نامی ہے۔"

جونپور کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ ایک بڑا شہر ہے۔ دریا گھنا اور ایسا بہت بڑا پل پختہ خان خاناں کا بنایا ہوا کہ جس کا نظیر کسی جگہ ہندوستان میں نہیں ہے اور تیل اور عطر وہاں کا نامی اور مشہور

ہے اور ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ وہیں کا تھا"۔

امروہہ کے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں:

"شہر ہے۔ عبادت گاہ شیخ سدو کہ وہاں کا باسن گلی بہت باریک اور بے مثل ہے کہ اور کہیں نہیں ہوتا"۔

ساتویں فصل : یہ فصل ہندوستان سے متعلق ہے جس میں حسب ذیل سرخیاں قائم کی ہیں۔ نقشہ سمت ہندوستان اور حال تقسیم صوبہ جات وغیرہ کا۔ عقائد۔ اقوام ہندو مسلمان۔ اولیائے ہند یا سلسلۂ خانوادہ۔ ایام متبرکہ ہندو مسلمان۔ رسمیات۔ مسائل زنان۔ اصطلاحات۔ خطابت و نام۔ کیفیت دربار بادشاہاں۔ اقسام علوم و فنون۔ حروف مروجہ۔ صنائع۔ اشیائے تواضع۔ سوداگری۔ تحائف۔ کھانوں کے نام۔ میووں کے نام۔ کپڑوں کے نام۔ پوشاک کے نام۔ زیوروں کے نام۔ جواہرات کے نام۔ پھولوں کے نام۔ باجوں کے نام۔ ہتھیاروں کے نام۔ سواریوں کے نام۔ رنگوں کے نام۔ کارخانہ جات بادشاہی کے نام۔ عہدوں کے نام۔

اس فصل میں زنگیوں کے حال کے ذکر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"ماہ رمضان ۱۲۷۳ھ مطابق مئی ۱۸۵۷ء میں غدر عظیم نمونۂ قیامت چند اضلاع متعلق بنگالہ داخل ہندوستان میں مثل میرٹھ کہ پہلے یہیں سے شروع ہوا اور آگرہ و فرخ آباد و شمس آباد و متھرا و لکھنؤ و بریلی و شاہجہاں آباد کے چربی کے کارتوس فوج انگریزی میں تقسیم ہونے کے سبب سے کہ مسلمان سور کی چربی اور ہندو گائے کی چربی سمجھے۔ نام نہاد جہاد انگریزوں کے قتل کے لیے شروع ہو کر تھوڑے عرصے میں پھیل گیا

اور عملداری میں ۔ خستہ خاطر خواہ پڑگیا۔ تقدیر کے سامنے کچھ انکی تدبیر نہ چلی۔ چنانچہ پہلے
فوج و رعیت و حکام ہندوستانی کے ہاتھوں سے ۔ اکثر عیسوی مذہب والے جان و مال و
عزت سے برباد ہوگئے یہانتک کہ بعض ظالموں بے رحموں نے انگریزوں کی بی بیوں اور بچوں
کو بھی جابجا ناحق و ناروا مار ڈالا اور آپس میں بھی ہندو مسلمان از راہ نفسانیت لڑے اور
مرے اور جو بچے ان کی بسبب بے انتظامی کے زندگی تلخ ہوگئی اور دوسرے سال ماہ جنوری
۱۸۵۸ء سے کئی مہینے تک انگریزوں کے ہاتھ سے لوگ شکستیں پاکر بھاگ کر قتل ہوکر قید
میں آکر پھانسی پاکر مکانات کھدوا کر جلوا کر اشتہاری ہوکر تباہ ہوگئے۔"

ہندوستان میں تواضع کی اشیاء کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"پس اکثر پان ہے کہ گلوری مصالح معلوم ڈال کر بنا کر چاندی کا ورق لگا کر خاصدان میں
دوست و عزیز کے سامنے رکھیں کہ کھائے اور حقہ بھی جسے فارسی میں قلیان کہتے ہیں خواہ
مداریہ خواہ گڑگڑی خواہ پیچوان کہ اسکی چلم میں تمباکو (تماکو) خمیرہ کا یا سادہ لگوا کر رکھیں کہ
پئے اور عطر بھی کہ موتیا وغیرہ کا عطردان میں رکھیں کہ ہاتھ اور لباس میں لگائے اور ڈلی
الائچی جو گھڑہ میں رکھکر کھانے کے لیے لائیں ... اور کبھی چائے اور کبھی قہوہ اور کبھی فیرنی
بھی پینے کے لیے منگا کر رکھنا معمول ہے اور جو عورت مخصوص ہو تو پہلے کھانا اقسام طرح کا
اور میوہ کھلا کر اور کبھی گانا ناچ دکھا کر اشیائے سابق کام میں لاتے ہیں اور عوام اور کم
لوگوں میں شراب۔ بھنگ۔ تاڑی سیندھی۔ گانجھی کی بھی تواضع کی جاتی ہے۔"

ساتوں فصلوں کے بعد آخری عنوان اختتام کلام انصرام میں ہے جس میں مصنف نے
اصناف سخن کے وہ نمونے پیش کیے ہیں جس پر انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ اپنی نثر کی عبارتوں
کا بھی مظاہرہ کیا ہے جس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ خواہ نثر ہو یا نظم انکو دونوں پر دسترس حاصل ہے۔

اس اختتامیہ باب کی پہلی فصل میں فارسی کلام کے تحت حضرت علیؑ کی شان میں
ایک قصیدہ لکھا ہے۔ "مدح جناب امیر علیہ السلام میں کہ بفضلہ ۱۲۷۵ھ میں عرض کیا اور
باعث کامیابی و دافع خفقان ہوا۔" جس کا مقطع یہ ہے ؎

چگونہ مدح تو اے مہر دیں کند ذرہ   معترف تو خدا ایست و احمد مختار

پھر رسالت مآبؐ کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا ہے۔ اسکے بعد متفرق اشعار
فارسی میں تحریر کیے ہیں۔ فارسی کے بعد اردو میں اپنی سخنگوئی کے نمونے غزل۔ رباعی قطعہ
اور تاریخ کی شکل میں پیش کیے ہیں۔ غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

وہ گلرخ جس جگہ اور جہاں ہے   رجوع اسکی طرف سارا جہاں ہے
یقیں ہے وہ صنم جان جہاں ہے   جو اسکو چاہتا ہر انس و جاں ہے
مرا قاتل جو وہ عیسیٰ زباں ہے   دوبارہ مجھکو جینے کا گماں ہے
نزاکت کیا کہوں اس اشک گل کی   حنا کا رنگ ہاتھوں پر گراں ہے
غزل میں اور کہتا اس زمیں میں   مگر مجرمؔ مجھے فرصت کہاں ہے

اپنے فارسی کلام میں مصنف نے مجرمؔ تخلص اختیار کیا ہے اور اردو میں انورؔ۔ لیکن
مندرجہ بالا اردو غزل میں مجرمؔ ہی تخلص استعمال کیا ہے۔ انورؔ تخلص کے تحت چند غزلوں
کے مقطعے پیش خدمت ہیں:

مزا اس غزل کا ہے اس روز انورؔ   کہ جس روز ہم اپنے ہمدم کو دیکھیں
ہجر میں مضطرب ہو کیوں انورؔ   جس کا مرہم نہ ہو وہ داغ نہیں
رباعی: نازاں نہ ہو مال پر کہ یہ فانی ہے   اور ظلم نہ کر کہ پھل پشیمانی ہے
گو علم و ہنر خدا دے لیکن انورؔ   دعویٰ نہ کبھی کرنا کہ نادانی ہے

قطعہ: سب کو معلوم ہے تفنن میں کیا طبیعت کا حال ہوتا ہے
ایک گر علم کیجیے حاصل دوسرے کا زوال ہوتا ہے

قطعۂ تاریخ: جب ہوا طیار شمس آبادمیں یہ چار باغ ایک نئی تاریخ انور نے کہی اوس حال میں
جیم کے جو تین تھے چھ کرکے پھر بارہ گیے حاصل تضعیف کو لکھا عدد کے چال میں
(۱۲۶۳ھ)

تضمین: شیطاں سے نہیں کسی کو ایک لمحہ پناہ بہکانے سے اس کے ہوا عالم گمراہ
اللہ بچائے تو بچیں ہم اس سے لاحول ولا قوۃ إلا باللہ

اختتام کی دوسری فصل نثر سے متعلق ہے جس میں کچھ تقریظیں۔ خطوط فارسی۔ رقعہ شادی۔ اقوال فارسی۔ اردو میں اپنے اقوال و تجربات بترتیب حروف تہجی ضرب المثل۔ لطائف مضحکہ تحریر کیے ہیں۔ ایک تقریظ جس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عبارت بطور تقریظ سہ شنبہ ربیع الاول بارہ سو تراسی ہجری میں برادر صاحب والامناقب مرزا کلب حسین خاں کو لکھ کر بھیجی تھی۔"

تقریظ کی عبارت کے ٹکڑے ملاحظہ ہوں:

..."بندش کے جوڑے بہت درست ہیں۔ محاورات کے قاعدے نہایت چست ہیں۔ فصاحت جہاں دیکھو دم بدم تیز زبان ہے۔ بلاغت حد بلوغ کو پہنچ کر حسن گلو سوز پہ نازاں ہے.... اور کیوں کر نہ ہو کہ جناب معلی القاب برادر صاحب والامناقب فخر الامرا ملک الشعرا شیعہ غالی اعتصام الدولہ سحبان زماں نواب ڈپٹی مرزا کلب حسین خاں بہادر مبارز جنگ المتخلص بہ نادر مد مجد ہم نے کہ فی زماننا علم و حلم، شجاعت میں طاق اور نظم و نثر و صنائع و بدائع میں شہرۂ آفاق ہیں۔ چنانچہ بزم مشاعرہ

اس ضلع میں انھیں کی رنگینئ طبع سے گلزار اردو شاعری ان ہی کی آبیاری توجہ سے عالم بہار ہے۔ وضعداری اہل دہلی اور لکھنؤ کی جو سنتے تھے ان میں دیکھی.... ان کے سامنے شاعران سحر بیان ابجد خواں ہیں.... اگر آج پرانے شاعر ہوتے نئی نئی طرح سے اپنا فروغ کھوتے۔ خاقانی خفقانی ہو جاتا۔ نظامی کے انتظام میں خلل آتا۔ سعدی سادہ لوح ٹھہرتا۔"

جہاں انھوں نے اقوال ہندی تحریر کیے ہیں ان کی زبان بڑی سادہ اور سلیس ہے، یہ اصل میں اخلاقی و آفاقی قدریں اور زندگی کی حقیقتیں ہیں جنھیں اپنے تجربات کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ مثلاً:

"انتہائی قرابت اور درستی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو آنکھ بند ہوتے ہی گڑھے میں دبا دے اور چند روز رو پیٹ کر بدستور سابق امور دنیا میں مصروف ہو اور اسے بھول جائے۔"

"اگر بری بات اچھی ہوتی تو آدمی اپنے بیٹے کو سکھاتا۔"

"دشنام دشمن کو بھی نہ دو اور قسم کو سم سمجھ کر نہ کھاؤ نہ لو۔"

مخطوطہ کے آخری صفحہ پہ محمد علی دولہ کی دیگر تصنیفات کے نام درج ہیں۔ اس کے بعد یہ عبارت لکھی ہے:

"والحمد اللہ اولاً و آخراً سہ شکر خدا رسالہ من اختتام یافت۔ زاں صورتے کہ خواست دلم انتظام یافت۔ الحمد اللہ علی ذلک والا تمام گرایں کتاب بلاغت انتساب رشک مور خاں فصاحت منزل مسمی بہ مرغوب دل

بتاریخ بست و دویم ماہ رجب ۱۲۸۲ھ ہجری قدسی پر بنیان بے بنیان
بندۂ گنہ گار مرتکب خطایائی جلی محمد عرفان علی ختم اللہ الحسنیٰ حلیہ
اختتام دربرکشید۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　زانکہ من بندۂ گنہ گارم

اسی صفحہ پر ایک جانب یہ عبارت بھی درج ہے:

"بفضلہ شب شنبہ ۲۳ صفر ۱۲۸۳ھ ہجری مطابق، جولائی ۱۸۶۶ء از
تصحیح ایں کتاب الفراغ حاصل گردید۔ الحمد اللہ علی ذلک الانعام۔"

مخطوطہ میں ہر جگہ مصنف کی حیثیت سے محمد علی دولہ نام ملتا ہے لیکن اختتام
میں محمد عرفان علی کی تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ کی تصحیح اور نقل
محمد عرفان علی نے کی ہے۔ محمد عرفان علی بھی محمد علی کے ہم عصر تھے۔ شمس آباد
میں سکونت پذیر تھے اور باہم موانست تھی۔ مخطوطہ میں ایک لطیفہ بیان
کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے "میں نے مولوی عرفان علی سے کہا۔ عرفان
علی بھی شاعر تھے جن کا تذکرہ عبدالغفور نسّاخ نے 'سخن شعرا' میں صرف
اتنا کیا ہے:

"عرفان تخلص۔ مولوی سید عرفان علی خلف سید قربان علی متوطن بریلی مقیم شمس آباد۔"

(صفحہ ۳۲۴)

بہر حال یہ کشکول ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسکی ہر فصل اپنے موضوع کے لحاظ
سے ایک اہم کتاب ہے۔ ادب۔ تاریخ۔ تذکرہ ہر فن پر کارآمد مواد دستیاب ہوسکتا ہے۔
کلاسیکی ادب میں اسکو شمار کیا جاسکتا ہے۔

معارف کی ڈاک

مکتوب پاریس

پاریس ۱۱ رمئی ۱۹۹۴ء

مخدوم و محترم اڈیٹر صاحب رسالۂ معارف زاد مجدکم۔ سلام مسنون
ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ بمبئی کے فضیلت مآب پروفیسر عبدالرحمن مومن صاحب نے
آپ کو کتاب السرد و الفرد مولفہ ابوالخیر قزوینی پر ایک مضمون بھیجا ہے۔ اگر وہ مضمون چھپ
رہا ہے تو معارف کے اسی شمارے میں مناسب معلوم ہو تو منسلکہ تحریر بھی شامل فرمادیں۔
ممنون ہوں گا۔ "ح"

پاریس میں ایک فاضل ایرانی رہتے ہیں۔ انھوں نے زحمت فرماکر میرے ایک
خط کے جواب میں مندرجۂ ذیل اطلاع دی ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے:

"ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف الطالقانی القزوینی۔ طالقان ایک
بہت چھوٹا شہر ہے جو تہران کے قریب ہے۔ اس مولف کا لقب رضی الدین ہے
یہ ایک جلیل القدر شافعی عالم تھے بہت بڑے حفاظ قرآن میں سے تھے، زبردست
خطیب بھی تھے۔ ۵۹۰ھ قمری میں وفات پائی۔ حنبلی فقیہ عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی
التیمی جمال الدین ابوالفرج کے معاصر تھے۔ بعض وقت بغداد جاکر مجلس وعظ منعقد
کرتے جس میں خلیفۂ وقت بھی (جو بظاہر ابوالعباس الناصر لدین اللہ احمد بن
مستضئ تھا) ان کی مجلس وعظ میں آتا اور پس پردہ بیٹھا کرتا۔ اس میں عوام کا بڑا

اژدحام ہوا کرتا۔ بہت جلیل القدر عالم تھے۔ حدیث، تفسیر، قرات اور دیگر علوم منقولہ میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے اور صاحب تالیفات تھے۔

"مخفی نہ رہے کہ ہمارے ہاں ابوالخیر نامی گیارہ فاضل گزرے ہیں:

۱۔ احمد ابوالخیر بن علی معروف بہ نجاشی

۲۔ ابوالخیر جواد معروف بہ ابوالخیر حماد

۳۔ ابوالخیر حسن معروف بہ ابن ختمار

۴۔ ابوالخیر عاشق معروف بہ ابوالخیر عاشق

۵۔ ابوالخیر عبد معروف بہ بیضاوی

۶۔ ابوالخیر فضل اللہ معروف بہ ابوسعید فضل اللہ

۷۔ ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن معروف بہ سخاوی

۸۔ ابوالخیر محمد بن عبداللہ معروف بہ مروزی

۹۔ ابوالخیر محمد بن محمد بن علی معروف بہ جزری

۱۰۔ ابوالخیر بن مصطفیٰ طاش کوبری زادہ

۱۱۔ زیر بحث کتاب السرد والفرد کا مولف

ضرورت پر مزید تفصیل دے سکتا ہوں۔"

خادم

"ح"

مکاتیب شبلی

قیمت حصہ اول ۴۰ روپے ——— حصہ دوم ۳۰ روپے

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

کاروانِ زندگی (حصہ پنجم) از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تقطیع متوسط، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۳۵۸، مجلد مع گرد پوش، قیمت تحریر نہیں، پتہ: مکتبہ اسلام ۴/۲/۵۴، ۱، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "کاروانِ زندگی" کے نام سے مفید و معلومات افزا اپنی داستانِ حیات قلم بند کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس کے چار حصے مختلف زبانوں میں پہلے شایع ہوکر مقبول ہو چکے ہیں اور ان کا ان صفحات میں ذکر بھی آچکا ہے، اب یہ پانچواں حصہ شایع ہوا ہے جو دسمبر ۱۹۸۹ء تا دسمبر ۱۹۹۳ء کے حالات، اہم واقعات اور مولانا کے تجربات و مشاہدات پر مشتمل ہے، پہلے حصوں کی طرح یہ حصہ بھی پچھلے تین برسوں کے گوناگوں مسائل خصوصاً ملت اسلامیہ کو درپیش حالات و امور نیز قومی، ملی، دینی اور دعوتی سرگرمیوں کا خاکہ ہے، مولانا ہندوستان ہی نہیں پوری دنیائے اسلام کے ممتاز اور نامور عالم اور معتمد دینی رہنما ہیں، ان کا غلغلہ عرب و عجم ہر جگہ گونج رہا ہے البیت یعرفہ والحل والحرم اس لیے ان کی تگ و تاز کا دائرہ بہت وسیع ہے، وہ اصلاً ایک داعی و مصلح ہیں، جو اپنی مشغولیت، معذوری اور صحت کی کمزوری کے باوجود اسلام کی دعوت، تعلیم محمدیؐ کی اشاعت اور خلق خدا کی رہبری کے لیے ملک کے مختلف حصوں اور دور دراز ملکوں کے پیہم سفر کرتے رہتے ہیں، ایشیا، یورپ اور امریکہ ان کی دینی و تبلیغی جدوجہد کی جولان گاہ ہیں، یہ کتاب ان سب ملکوں کے ان کے سفر و وہاں کی مشغولیتوں اور علمی، دینی و دعوتی مساعی کی روداد اور مختلف اجتماعات میں کی گئی تقریروں اور پڑھے گئے مقالوں کا ریکارڈ ہے، اس طرح یہ آپ بیتی اور جگ بیتی دونوں ہے جس سے ہندوستان اور

مسلمانانِ عالم کے موجودہ حالات کا مکمل مرقع سامنے آجاتا ہے، کتاب میں جن تین برسوں کے حالات وواقعات قلم بند کیے گئے ہیں وہ مسلمانوں کے لیے نہایت پُرآشوب تھے، ان برسوں میں ہندوستان، اسلامی ممالک اور دنیا کے کئی حصوں میں انہیں بڑے نشیب وفراز اور سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے۔ مولانا جیسے حساس اور دردمند دل رکھنے والے شخص پر ان اندوہناک واقعات وحوادث کا غیر معمولی اثر ہے، انکے سحر طراز قلم نے انکی منظر کشی کرکے ہر قلب کو تڑپا اور ہر روح کو مضطرب کردیا ہے، خلیج کی جنگ، بابری مسجد کی شہادت اسکے بعد کے وحشیانہ فسادات، بم دھماکے، اشتراکیت کے زوال کے بعد امریکہ کی عالمی حکم اور یہود ونصاریٰ کی اسلام دشمنی کا مشترکہ منصوبہ، ہندوستانی معاشرہ کا کوہ آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہونا وغیرہ کا تجزیہ ایک دیدہ ور مورخ کی طرح کیا ہے، انہوں نے مسلمانوں اور عالم انسانیت کے موجودہ زیاں کے ذکر ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ایک ہوشمند مبصر اور بیدار مغز رہبر کی طرح اسکا مداوا بھی پیش کیا ہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کو لاحق خطرات اور انکے تشخص کو معدوم کرنیوالی صورتوں اور کوششوں کے تدارک کی تدبیریں بتائی ہیں گویا غمِ دوراں کی حکایت ہی نہیں ہے بلکہ علاجِ غمِ دوراں بھی ہے، پچھلے تین برسوں میں اہم اشخاص سے اپنی ملاقات یا خط وکتابت، ملک اور اتر پردیش میں ہونیوالی سیاسی تبدیلیوں، ممتاز اشخاص اور اپنے حلقہ تعلق کے افراد کی وفات کا تذکرہ بھی کیا ہے، متعدد اہم واقعات کی رپورٹ اور اپنی اہم تقریروں اور مضامین کو اکٹھا کردینے سے اس کتاب کی قدر وقیمت بہت بڑھ گئی ہے، مولانا کے ادب وانشا کی لطافت ورعنائی اور انکے طرز بیان کی اثر انگیزی و دلنشینی بھی اہل ذوق کیلئے پُرکیف وباعث کشش ہے، البتہ اس میں بعض غیر معمولی واقعات کا تذکرہ پتہ نہیں کیوں نہیں آسکا ہے، ایک تو افغانستان میں حکمت یار اور برہان الدین ربانی کی معرکہ آرائی جس نے افغانستان کی فتح کو شکست میں تبدیل کردیا ہے اور جس سے اسلام پسند طبقے کی بڑی مضحک تصویر سامنے آتی ہے، دوسرے فلسطین کا قضیہ نامرضیہ خصوصاً یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم کا موجودہ سمجھوتہ تیسرے بوسنیا میں مسلمانوں پر ہونیوالے مظالم۔ دنیائے اسلام کے حالات ومسائل سے مولانا کی باخبری اور غیر معمولی واقفیت کی بنا پر انکے عقیدتمندوں کو یقیناً ان ملکوں کے بارے میں بھی انکا تاثر جاننے کی خواہش ہوگی۔

(ض)